Spot CMYK#Waheed

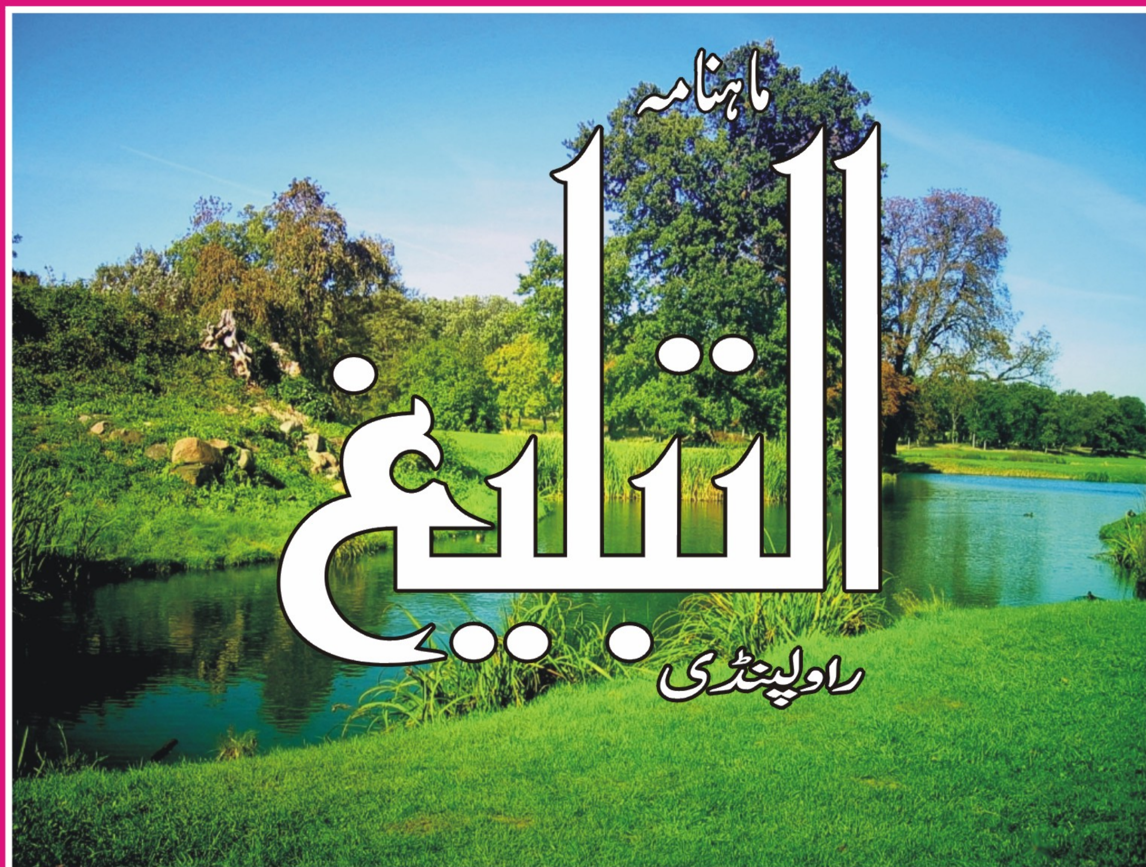

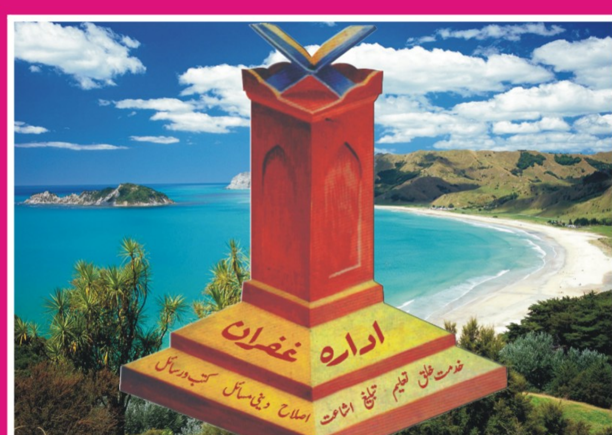

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... قومی زبان کا دیوالیہ.......................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن........... سورہ فاتحہ.......................مفتی محمد رضوان ۱۰

درسِ حدیث .... رسول اللہ ﷺ کی محبت کے تقاضے ....محمد یونس ۱۷

مقالات ومضامین واصلاحِ معاشرہ :

ماہِ ربیع الاول جشنِ ربیع الاول کی روشنی میں.......................مفتی محمد رضوان ۲۰

امیر بننے کا شوق.......................// // ۲۳

حکمرانوں اور حاشیہ نشین علماء ومشائخ کے لئے تاریخی سبق.......................ابوریحان ۲۸

رشوت اور اس کی مروجہ صورتیں (قسط ۳).......................محمد یونس ۳۲

مکتوباتِ مسیح الامت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط ۱).......ترتیب: مفتی محمد رضوان ۳۷

تعلیماتِ حکیم الامت.......................انتخاب: ابوعفان ۳۹

بے جا طلاق کے نقصانات.......................طارق محمود ۴۰

صحابیِ رسول حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ.......................انیس احمد ۴۳

علم کے مینار..... بغداد کا مدرسہ نظامیہ اور نظام الملک طوسی.......................محمد امجد ۴۶

تذکرہ اولیاء:........ شیخ ابومسلم خولانی رحمہ اللہ.......................طارق محمود ۴۹

پیارے بچو! .... جھوٹ کا بھیڑیا اور پیسوں کا شوق.......................ابوریحان ۵۳

بزمِ خواتین .... چار مثالی خواتین.......................منظور احمد ۵۵

آپ کے دینی مسائل کا حل......ایک وقت کی تین طلاق کا شرعی حکم...........دارالافتاء ۵۹

کیا آپ جانتے ہیں؟ : معاشرہ کی مختلف نظریاتی وعملی خرابیوں کا جائزہ......مفتی محمد رضوان ۶۷

حیرت کدہ .... حیران کن سوالات وجوابات.......................عبدالسلام ۷۱

طب وصحت .... چیچک اور خسرہ.......................حکیم محمد فیضان ۷۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.......................محمد امجد ۷۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.......................ادارہ ۷۸

What is Zakat/Sadaqat/Kherat.......................احسن رضا ۸۰

Idara Ghufran

اداریہ

مفتی محمد رضوان

قومی زبان کا دیوالیہ

زندگی کے مختلف شعبوں میں کسی نہ کسی انداز سے مغرب کی نئی سے نئی تہذیب وروایت اوراس کی ثقافت اور کلچر کو اختیار کرنے اور فروغ کی جو دوڑ لگی ہوئی ہے اس سے لگتا ہے کہ ہماری قوم پہلے ہی سے ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہوتی اور اس کے لئے پہلے سے منہ کھلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ۔ یہاں تک کہ اگر کسی سے کبھی اتفاق، غلطی یا بھولے سے کوئی مغربی روایت سرزد ہوجائے اسے فوراً ہاتھوں ہاتھ لینے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسے حلوا بے دودھ سمجھ کر نوش جان کرنے کے لئے ہمہ تن اور ہمہ وقت آمادگی اور سربستگی نظر آتی ہے ۔خواہ آگے چل کر مغربی تہذیب کے خطرناک ومہلک نتائج سے خود ہمیں اور ہماری آنے والی نسل کو بھی دوچار کیوں نہ ہونا پڑے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مغربیت کی یہ سلگتی ہوئی آگ معاشرے کے بڑے حصہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ۔

اس سلسلہ کی ایک کڑی انگریزی زبان، اس کے الفاظ اور محاورات کا کثرت سے استعمال بھی ہے ۔

انگریزی زبان کے مقابلہ میں اپنی قومی اور مادری زبان کے بالکل سادہ، آسان اور عام فہم الفاظ چھوڑ کر انگریزی زبان کے نت نئے ،مشکل ترین الفاظ کے استعمال کو نہ صرف ترجیح دی جاتی ہے بلکہ اوپر سے اس کو فخر اور کمال کا ذریعہ بھی سمجھا جاتا ہے ، خواہ انگریزی زبان کے تلفظ اور اس کی ادائیگی میں غلطی اور مشکلات کا ہی کیوں نہ سامنا کرنا پڑے ۔

پاکستان کے موجودہ آئین کی رو سے دفعہ ۲۵۱ کے تحت پاکستانی قومی زبان اردو کو قرار دیا گیا ہے، اوراس دفعہ کے تحت حکومتِ پاکستان کے ذمے ایسے انتظامات کرنا لازم اور ضروری ٹھہرایا گیا ہے جن کے نتیجہ میں سرکاری اور غیر سرکاری مقاصد کے لئے اردو زبان کا استعمال عام ہوجائے ۔

یہ دفعہ ہمارے ملک وملت اور قومیت کے لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے، اس دفعہ پر عمل درآمد صوبائی اور لسانی تعصّبات کی پھیلی ہوئی لہر سے حفاظت اور ملکی سلامتی کے لئے فعال کردار ادا کرسکتا اور ساتھ ہی مسلمانوں کے اپنے قومی ومذہبی ورثہ سے استفادہ کرنے کی قابلیت کا بھی تحفظ کرسکتا ہے ۔علاوہ ازیں برصغیر کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے اور متحد ومتفق ہونے میں بھی بہت مفید کردار

ادا کرسکتا اور حکمرانوں اور رعایا کے درمیان افہام وتفہیم اور اعتماد کی فضاء پیدا کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا کرسکتا ہے، ان ہمہ جہت خوبیوں کی وجہ سے اس دفعہ پر عمل درآمد ملک وملت کے اجتماعی مفادات کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

لیکن تاحال دستور کی اس ہمہ جہتی فائدہ مند دفعہ پر عملدرآمد کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش اور مؤثر وفعال کردار سامنے نہیں آسکا۔

اور اس کے برعکس دوسری زبانوں، خصوصاً انگریزی زبان کے استعمال کا رجحان عمومی طور پر زیادہ پایا جاتا ہے، مغرب سے متأثر حکمرانوں اور انگریزی تعلیم یافتہ اونچے درجہ کا ایک بڑا طبقہ تو پہلے ہی سے اس رنگ میں رنگا ہوا تھا لیکن اب کم تعلیم یافتہ بلکہ ناخواندہ طبقے کے حلقہ میں بھی انگریزی زبان کا استعمال تیزی سے زور پکڑ رہا ہے۔

اَن پڑھ اور تعلیم سے بالکل نابلد طبقہ جو پڑھنا لکھنا کچھ بھی نہیں جانتا اور مشکل سے اپنے دستخط کرنے سے بھی معذور شمار ہوتا ہے اور کسی انگریزی مکتب میں کبھی اس کو داخلہ تک لینے کے لئے حاضری کی نوبت نہیں آئی وہ بھی انگریزی الفاظ کی ادائیگی اس روانی اور دوانی کے ساتھ کرتا ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ اس کی اپنی مادری زبان ہے، اور ماں کی گود اور گھر کے ماحول سے بچپن میں وراثت میں ملی ہے۔ وہ عمر رسیدہ حضرات جو نماز کے اذکار وکلمات اور کلمہ طیبہ تک کے صحیح تلفظ سے قاصر ہیں، انگریزی زبان کے الفاظ کو استعمال اور ادا کرنے میں ماہر ومشاق معلوم ہوتے ہیں۔ وہ چھوٹے بچے جو انگریزی زبان کے ابتدائی الفاظ کی بھی صحیح طرح پہچان نہیں رکھتے، انگریزی الفاظ کے زبانی استعمال میں انگریزی ماحول میں پلنے بڑھنے اور پرورش پانے والے ظاہر ہوتے ہیں۔

ابتدائی اسکولوں میں بچوں کو شروع ہی سے چیزوں اور ناموں کی شناخت اور تعارف اپنی قومی زبان کے بجائے انگریزی زبان میں کرانے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے محنت کرائی جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں اکثر بچوں کو علم کے ذرائع قلم، روشنائی، کتاب وغیرہ جیسے ناموں سے قطعاً واقفیت نہیں ہوتی، قومی زبان میں بچہ دس تک گنتی کرنے پر قادر نہیں ہوتا مگر انگریزی زبان میں بآسانی پچاس اور سو تک گنتی شمار کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا۔ جس سے انگریزی زبان کا اس بچہ کی مادری زبان ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شادی بیاہ کے کارڈ ہوں یا کسی اور تقریب کے دعوت نامے انگریزی زبان میں پورا مضمون تیار کرانے کی

کوشش کی جاتی ہے، خواہ دعوت دہندہ اور متمنی شرکت کو خود بھی معلوم نہ ہو کہ اس تحریر میں کیا مضمون قلم بند کیا گیا ہے۔ اگر تھوڑا بہت کچھ کیا جاتا ہے تو بسم اللہ عربی یا اردو رسم الخط میں لکھ دی جاتی ہے، لیکن باقی تمام مضمون انگریزی سے بھرا ہوتا ہے۔

اونچے تعلیم یافتہ حلقوں میں تو اپنی بساط کے مطابق انگریزی سے مرکب اور ملی جلی زبان کا استعمال ماڈرن ہونے کا ذریعہ، مغرب کی نقالی کا طریقہ اور ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے۔

یہ طبقہ بے چارہ اسلامی تہذیب وروایت کے بارے میں کم ظرفی یا احساس کمتری کا شکار ہوا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی غریب اس کے سامنے بھولے سے غیر مانوس قومی زبان کا لفظ ادا کردے تو اس سے ناک بُھوں چڑھائی جاتی اور اسے معاشرے کا غریب، گھٹیا ترین انسان اور غیر ترقی یافتہ ذہن کا مالک تصور کیا جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی شریف اور پڑھا لکھا انسان کیوں نہ ہو۔ اور اس غریب کے ساتھ بسا اوقات ایسے تمسخر اور استہزاء پن کا انداز اختیار کیا جاتا ہے جس سے وہ شرم کے مارے پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

اس کا اثر نچلے طبقہ پر یہ پڑا کہ اس نے بھی اپنے آپ کو اونچے تعلیم یافتہ حلقوں میں زبردستی شامل کرنے اور گھسیٹرنے کے لئے انگریزی کی کوششیں تیز کرنا شروع کردیں، خواہ غلط سلط اور بے موقع اور بے محل ہی الفاظ کیوں نہ بولنا پڑیں جن کا موقع محل کی مناسبت سے کوئی جوڑ اور سر پیر بھی نہ ہو۔

اسلامی مہینوں کے ناموں کی تو اکثر مسلمانوں کو پوری طرح واقفیت بھی نہیں اور اس کے مقابلہ میں انگریزی اور عیسوی مہینوں اور تاریخوں سے ایسی انسیت اور مناسبت ہوگئی ہے کہ ڈھونڈے سے بھی کوئی فرد اسلامی سال و ماہ سے واقف نظر نہیں آتا۔

ہماری روزمرہ کی بول وچال میں بہت سے انگریزی الفاظ کے استعمال کا اتنا رواج ہو گیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں قومی زبان کے متبادل الفاظ کی تو اکثریت کو واقفیت بھی نہیں۔ اور اگر متبادل غیر معروف قومی زبان کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو ان کو سمجھنے کے لئے بھی شاید کسی مکتب میں داخلہ کی ضرورت یا اردو لغت اور ڈکشنری کی مدد حاصل کرنی پڑے۔ چنانچہ واش بیسن، باتھ روم، کچن، ڈرائنگ روم اور اس جیسے دوسرے بے شمار الفاظ اور دوسری چیزوں کے نام اتنے زبان زد اور عام ہو چکے ہیں کہ اگر ان کے متبادل قومی زبان کے الفاظ مثلاً غسل خانہ، بیت الخلاء، اور باورچی خانہ یا مہمان خانہ وغیرہ استعمال کئے جائیں تو ان کے معنٰی ومطلب سمجھنے میں بھی انگریزی زبان کی ترجمانی کرنے کی ضرورت پیش آئے اور شاید ان

الفاظ کے سننے پر بعض لوگ ہنسی مذاق بنانے کا شوق ہی نہ پورا کرنے بیٹھ جائیں ۔ بلکہ متکلم کے بارے میں یہاں تک نہ کہہ بیٹھیں کہ یہ شخص تو عربی بولنے لگا ہے۔

انگریزی زبان کے استعمال پر زور دینے کی وجہ عموماً یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ بین الاقوامی زبان ہے، اس لئے اس کا سیکھنا ایک ضرورت بن گیا ہے اور ملک وملت کی ترقی کے لئے اس کا استعمال ضروری ہے۔

لیکن یاد رکھئے کہ کسی زبان کو ضرورتاً سیکھنا اور ضرورتاً بولنا اور بات ہے، اور اس کی غلامی اختیار کر کے اپنے قومی ورثہ کو اس کے سامنے ذبح کر دینا دوسری چیز ہے ۔ اس کی بے شمار مثالیں ہمارے روزمرہ کے معاملات میں پائی جاتی ہیں، چنانچہ بیت الخلاء میں جانا اور دوا کا استعمال کرنا ایک ضرورت کی چیز ہے اس کو ضرورت کی حد تک ہی استعمال واختیار کرنے کی عقل اجازت دیتی ہے، اب اگر کوئی شخص بلاضرورت بیت الخلاء میں جا کر بیٹھنے لگے، اور صحت وتندرستی کی حالت میں بھی علاج ومعالجہ اور دوا دارو کا غلام وخادم بن بیٹھے تو ظاہر ہے کہ اسے عقلمندی سے تعبیر نہیں کیا جا سکے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ انگریزی زبان کی تعلیم کو حاصل کرنے کے لئے صرف زبانی کلامی معاملہ حل کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے لئے تعلیمی وتدریسی نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہوگی۔

جس کام کے لئے حقیقی معنیٰ میں انگریزی سیکھنے کی ضرورت تھی اس میدان میں تو لوگوں کی علمی سطح روز بروز گر رہی ہے اور زبان دانی کی جہاز رانی کے باوجود مقصود سے بہت پیچھے ہے۔

انگریزی تعلیم کی جو صلاحیت پہلے کم درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ہوتی تھی ''جبکہ انگریزی زبان کے مقابلہ میں قومی اردو اور فارسی یا مادری زبان کا استعمال زیادہ عام تھا اور انگریزی الفاظ کے بے شمار الفاظ کی لوگوں کو خبر بھی نہیں تھی'' آج اونچے تعلیم یافتہ حلقہ کے گریجویٹس اور ماسٹر کی ڈگری رکھنے والوں میں بھی اتنی قابلیت نہیں، اور صورتِ حال یہ ہے کہ ایک صفحہ بھی انگریزی میں لکھنا اور سمجھنا دشوار ہے، مگر روزمرہ کی بول وچال میں انگریزی کے جا وبے جا استعمال کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے اور اسے فضیلت کا معیار سمجھا جا رہا ہے، اب آپ اسی سے اندازہ لگالیں کہ انگریزی زبان کے استعمال سے انگریزی تعلیم کے معیار میں کتنا اضافہ ہوا؟ یہی حال اردو اور انگریزی رسم الخط اور تحریر کا بھی ہے کہ اونچے درجہ کے پڑھے لکھے لوگوں کی اردو تحریر اتنی خراب ہوتی ہے کہ اس کو اردو رسم الخط کے کسی اصول کے مطابق کہنا بھی بظاہر مشکل ہے اور اس کے مقابلہ میں انگریزی رسم الخط میں صفائی ستھرائی اور روانی میں بات کہیں سے کہیں پہنچی ہوئی ہے

جہاں تک انگریزی زبان سے ملکی ترقی کا تعلق ہے تو یہ بھی حقیقت پسندانہ سوچ کے خلاف ہے اس لئے کہ دنیا میں جن ملکوں نے ترقی کی وہ ان کی اپنی تہذیب اور زبان سے جڑے رہنے کی بدولت کی جس کی زندہ مثال جاپان، فرانس، جرمنی، چین اور دیگر ترقی یافتہ ملکوں کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

برصغیر میں انگریزی سامراجی تسلط کے وقت بھی اردو اور فارسی زبان کے لوگوں میں استعمال کی حالت یہ تھی کہ اُس دور کے عمر رسیدہ ہندو اور سکھ مذہب سے تعلق رکھنے والے حضرات آج بھی روانی کے ساتھ اردو لکھ اور آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں، مگر آج جبکہ برصغیر سے انگریزی تسلط کو ختم ہوئے پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے انگریزی تسلط بظاہر ختم ہو گیا، مگر انگریزی زبان کا تسلط اس کی جگہ لے گیا، جوں جوں انگریزی ظاہری تسلط کا عرصہ دور ہو رہا ہے اسی کے ساتھ ساتھ انگریزیت کا غلبہ ترقی پکڑتا جا رہا ہے، اس ظاہری آزادی اور خفیہ غلامی کا بنظرِ انصاف تقابل کریں تو کھرے کھوٹے کا صاف اور واضح فرق نظر آ جائے گا، یہ تو اس ملک کی حالت ہے جو لاکھوں افراد کی قربانیوں اور اپنے آباء واجداد اور آبائی مال و جائیداد کے قیمتی نذرانے پیش کر کے اور خون پسینہ بہا کر اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور دو قومی نظریئے کے تحت وجود میں آیا تھا۔

اپنے آباء واجداد اور مال و جائیداد کی قربانیوں کا تقاضا اور اپنے ملک کے ساتھ وفاداری اور نمک حلالی کا ثبوت یہ نہیں ہے کہ جس دشمن کو گھر سے نکال کر باہر کیا گیا آج اسی کی نقالی کو گھر میں داخل کیا جائے۔

ہمیں کل قیامت کے دن اپنے آباء واجداد کے سامنے جواب دہی کے لئے بھی ابھی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اپنے پڑوسی ملک ہندوستان کی موجودہ حالت سے سبق حاصل کر لینا کافی ہے، جہاں آزادی سے پہلے سب سے زیادہ بولی اور استعمال ہونے والی زبان اردو اور فارسی تھی، ہندی زبان کا اتنا چرچا نہ تھا مگر صرف پچاس سال کے مختصر عرصہ میں مسلمانوں کی مذہبی اور روایتی زبان اردو اور فارسی کو مغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مذہبی زبان ہندی کو اس قدر عروج دیا اور ترقی سے ہمکنار کیا کہ آج ہندوستان میں بسنے والے مسلمان بھی روزمرہ کی بول وچال میں بے شمار الفاظ ہندی زبان میں استعمال کرنے پر مجبور ہیں

ہندو قوم اپنی مذہبی روایات کو محفوظ اور عام کرنے کے لئے اس قدر فکر مند ہے کہ ہندوستان میں شہروں

اور مختلف علاقوں کے اسلامی ناموں کو ختم کر کے ان کی جگہ ہندی ناموں کو جگہ دے رہی ہے۔
مگر ہمارے ملک میں انگریزوں کے تسلط والے دور سے بھی بدتر حالت ہے، بجائے کچھ حاصل کرنے کے اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھنے میں آج تک ہم کامیابی حاصل نہ کر سکے۔
ہماری قومی زبان اردو ہے اور برصغیر میں عام سطح پر سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ نیز برصغیر میں مسلمانوں کے دینی ومذہبی مواد کا سب سے زیادہ ذخیرہ اردو زبان میں محفوظ ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کے اعتبار سے جس قدر دینی ومذہبی مفید اور نفع بخش مواد آج کی ضرورت اور آج کے حالات کے مطابق اردو زبان میں محفوظ ہے شاید کسی اور زبان میں نہ ہو۔ نیز برصغیر میں مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا جتنا تعاقب اردو زبان میں کیا گیا ہے کسی اور زبان میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، برصغیر کے علماء اور صوفیائے کرام کی خدمات اور کارناموں نیز یہاں کے سیاسی اقتدار کی داستانوں کا بڑا اور تفصیلی ذخیرہ بھی اردو میں ہی آپ کو ملے گا آج اگر ایک غیر عالم اور عامی شخص مطالعہ کے ذریعہ سے دین سے مستفید ہونا اور اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونا چاہے تو اس کے لئے اردو زبان سے زیادہ مفید اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔
اس بات پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں کہ کسی قوم کی بقا اس کی اپنی تہذیب اور روایت کو محفوظ اور برقرار رکھنے میں ہوتی ہے۔
ہم اگر ابھی سے اس نازک اور سنگین صورتِ حال پر سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کریں گے تو شاید آنے والے وقت میں ہم ایسی قوم نہ بن جائیں جس کی اپنی کوئی زبان، کوئی چال وچلن اور کوئی خاص رنگ ڈھنگ نہ ہو یاد رکھیئے! قومی زبان کے بجائے انگریزی زبان کے استعمال کو ہوا دینا درحقیقت اپنی مذہبی روایات کا خون کرنے، قومی ورثہ کو زندہ درگور کرنے، اور اپنے آباء واجداد کی قربانیوں کو زندہ حالت میں ذبح کرنے اور غیرت کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے کہ اپنی چیز موجود ہوتے ہوئے غیروں کے دستِ نگر اور بھکاری بنے پھرتے ہیں۔
ہم اگر اپنی اور اپنی آنے والی نسل کی قومیت ومذہبیت کو برقرار رکھنا اور مذہبی وقومی احساسِ کمتری سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی اس عادت کو تبدیل کر کے نئے حوصلے کے ساتھ اردو کے استعمال پر توجہ دینی ہوگی۔ زبان ضمیر کی آواز کے اظہار کا کوئی اتفاقی ذریعہ نہیں بلکہ یہ کسی عقیدے، کسی فکر، کسی تہذیب و

ثقافت کے ساتھ مضبوط تعلق اور رشتہ جوڑنے کا مؤثر ترین ذریعہ بھی ہے۔

اگر ہم اپنے آباء واجداد کے ماضی سے اپنا رشتہ جوڑنے، اپنے عقیدے کی اصلاح کرنے، اپنی تہذیب وثقافت کو ضائع ہونے سے بچانے میں مخلص ہیں تو ہمیں مغربی زبان کے طوفان کے سامنے بند باندھنا ہوگا اسی میں ہمارے مذہب، ہماری قومیت، ہمارے ملک وملت کی بقاء اور ہماری حقیقی ترقی کا راز مضمر ہے آیئے آخر میں اپنی روزمرہ کی بول وچال اور رات ودن کی زندگی میں استعمال ہونے والے چند انگریزی الفاظ اور ان کے مقابلہ میں قومی زبان کے متروک الفاظ کا مختصر خاکہ ملاحظہ فرما کر اپنا جائزہ لے لیں۔

قومی زبان	انگریزی زبان	قومی زبان	انگریزی زبان	قومی زبان	انگریزی زبان
سوال	کوئسچن	درد	پین	لیکن	بٹ
باورچی خانہ	کچن	دراصل	ایکچولی	بجلی	لائٹ
تقریب	فنکشن	دفتر	آفس	گھڑی	کلاک
بالواسطہ	ان ڈائریکٹ	مصروف	بزی	وقت	ٹائم
براہ راست	ڈائریکٹ	معافی	سوری	خوش	ہیپی
غسل خانہ	باتھ روم	دائیں	رائٹ	پنکھا	فین
بیت الخلاء	ٹائیلٹ یا لیٹرین	بائیں	لیفٹ	دست یا اسہال	موشن
مجھے معلوم ہے	آئی نو	ملازمت	جاب	خیال رکھنا	کیئر
بذریعہ جہاز	بائی ایئر	ملانا	مکس	وقفہ	بریک
خوش آمدید	ویلکم	مٹھائی	سویٹ	کنارہ	سائیڈ
بال	ہیئر	محسوس	فِیل	استاذ	ٹیچر
قبول	ایکسپٹ	نام	نیم	پسند	آئیڈیل
شکریہ	تھینک یو	روشنائی	انک	روزانہ	ڈیلی
برائے مہربانی	پلیز	جوڑ	میچنگ	ناخن تراش	ناخن کٹر
پریشانی	ٹینشن	شرکت	اٹینڈ	عوام	پبلک
صاحب	سر	بہتر	گڈ	زنانہ	لیڈیز

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو غیروں کی نقالی، فیشن پرستی، اور مغرب کی اندھی تقلید سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

محمد رضوان ۲۶ / صفر ۱۴۲۵ھ ۱۷ / اپریل ۲۰۰۴ء ادارہ غفران راولپنڈی

Idara Ghufran

درسِ قرآن مفتی محمد رضوان

سورہ فاتحہ

سورة الفاتحة مكية وهی سبع آيات

سورہ فاتحہ مکی ہے اور اس میں سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

''شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑے مہربان (اور) انتہائی رحم والے ہیں''

بسم اللہ کی تفسیر وتشریح پہلے گزر چکی ہے۔

سورہ فاتحہ کے نام اور فضائل وخصوصیات

قرآن مجید میں سورہ فاتحہ کو بہت سی خصوصیات حاصل ہیں، مثلاً یہ کہ (۱) قرآن مجید اسی سے شروع ہوتا ہے (۲) نماز اسی سورت سے شروع ہوتی ہے (۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ پر جو سورت سب سے پہلے مکمل طریقہ پر نازل ہوئی وہ یہی سورت ہے (سورہ اقراء، سورہ مزمل اور سورہ مدثر کی چند آیتیں اس سورت سے پہلے نازل ہوئی تھیں مگر مکمل سورت سب سے پہلے سورہ فاتحہ ہی نازل ہوئی) (۴) سورہ فاتحہ ایک حیثیت سے پورے قرآن مجید کا متن اور خلاصہ ہے اور پورا قرآن مجید اس کی شرح اور تفصیل ہے۔ یا تو اس اعتبار سے کہ پورے قرآن مجید کے مقاصد ایمان اور عمل صالح میں داخل ہیں اور ایمان وعمل صالح کے بنیادی اصول اس سورت میں بیان کردیئے گئے ہیں، اسی وجہ سے صحیح احادیث میں سورہ فاتحہ کا نام امُّ القرآن (یعنی قرآن کی ماں) اور ام الکتاب (یعنی کتاب کی ماں) اور قرآن العظیم (یعنی بڑا قرآن) بھی آیا ہے۔ یا یہ سورت قرآن مجید کا خلاصہ اور متن اس اعتبار سے ہے کہ اس سورت میں اس شخص کے لئے جو قرآن مجید کی تلاوت یا مطالعہ شروع کرے ایک خاص ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنے تمام پچھلے خیالات اور نظریات سے ذہن کو خالی کرکے خالص حق کی طلب اور سیدھے راستے کی جستجو کے لئے تلاوت یا مطالعہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے ساتھ سیدھے راستے کو طلب کرنے کی دعا اور درخواست پیش کرے اور پورا قرآن مجید اس دعا اور درخواست کا جواب ہے جو الٓمّٓ

Idara Ghufran

ذٰلِکَ الْکِتَابُ سے شروع ہوتا ہے۔ گویا کہ انسان نے جو اللہ تعالیٰ سے سیدھا راستہ سورہ فاتحہ میں طلب کیا تھا اس کے جواب میں ذٰلِکَ الْکِتَابُ فرما کر بتلا دیا گیا کہ جو تم مانگتے ہو وہ اس کتاب میں موجود ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورہ فاتحہ کے برابر نہ انجیل میں نازل ہوئی اور نہ تورات میں اور نہ زبور میں اور نہ ہی خود قرآن مجید کی کوئی دوسری سورت اس کے مثل ہے (ترمذی وحاکم وغیرہ) ایک حدیث میں سورہ فاتحہ کو زہر کے لئے شفاء قرار دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ ہر بیماری کی شفاء ہے (بیہقی فی شعب الایمان) اسی وجہ سے ایک حدیث میں اس سورت کا نام سورہ شفاء بھی آیا ہے، گویا کہ جس طرح سے مؤمن کے لئے سورہ فاتحہ باطنی اور روحانی شفاء کا ذریعہ ہے اسی طرح جسمانی بیماریوں اور دکھ درد کے لئے بھی شفاء ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قرآن مجید کی سب سورتوں میں عظیم ترین سورت اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو سونے سے پہلے سورہ فاتحہ اور قل ھواللہ الخ پڑھ لینے سے موت کے سوا ہر چیز سے امن وامان حاصل ہو جاتا ہے (درمنثور)

بعض صحابہ نے سفر میں بچھو سے ڈسے ہوئے شخص پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو اس کی برکت سے اسے شفاء حاصل ہو گئی (بخاری)

سورہ فاتحہ سات آیتوں کے مجموعہ پر مشتمل ہے، ان میں سے پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور آخری تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو سکھایا ہوا دعا اور درخواست کا مضمون ہے۔ اور درمیان کی ایک آیت میں حمد وثنا اور دعا و درخواست دونوں کا مضمون مشترک ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے، آدھا حصہ میرے لئے اور آدھا حصہ میرے بندے کے لئے ہے اور جو کچھ میرا بندہ مانگے گا وہ اسے دیا جائے گا۔ بندہ جب کہتا ہے ''الحمدللہ رب العالمین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔ پھر جب بندہ کہتا ہے ''الرحمٰن الرحیم'' تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف وثناء بیان کی، پھر جب بندہ کہتا ہے ''مالک یوم الدین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ پھر جب بندہ کہتا ہے ''ایاک نعبد وایاک نستعین''

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے (کیونکہ اس میں ایک پہلو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا ہے اور دوسرا پہلو بندے کی دعا و درخواست کا ہے) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کو وہ چیز عطا کی جائے گی جو اس نے مجھ سے طلب کی ہے۔ پھر جب بندہ کہتا ہے ''اھد نا الصراط المستقیم'' (آخر تک) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب میرے بندے کے لئے ہے اور اس کو وہ چیز ضرور ملے گی جو اس نے مانگی ہے (مظہری) سبحان اللہ!

ترجمہ و تفسیر

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۴﴾ اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

﴿ترجمہ﴾ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو مربی (پالنے والے) ہیں سارے جہانوں کے ﴿۱﴾ جو بڑے مہربان نہایت (ہی) رحم (کرنے والے) ہیں ﴿۲﴾ جو مالک ہیں جزا (قیامت) کے دن کے ﴿۳﴾ (یا اللہ) ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں ﴿۴﴾ بتلا دیجئے ہم کو سیدھا راستہ ﴿۵﴾ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے ﴿۶﴾ جن پر نہ تو آپ کا غضب (نازل) ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے ﴿۷﴾

﴿ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ ﴾ اس کے معنٰی ہیں کہ ''سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں'' مطلب یہ ہے کہ دنیا جہان میں جس جگہ جب کبھی کسی چیز کی کوئی بھی واقعی تعریف اور خوبی بیان کی جاتی ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کو پیدا فرمانے والے ہیں جب کسی مخلوق کی کوئی خوبی بیان کی گئی وہ خود بخود اس کے بنانے والے اور خالق کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

''اَلْحَمْدُلِلّٰه'' یہ مختصر سا جملہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو بیان کر رہا ہے اور دوسری طرف معجزانہ اور دلنشین انداز میں توحید کی تعلیم دے رہا اور مخلوق پرستی کی بنیاد کو ختم کر رہا ہے۔ گویا کہ دعویٰ خود دلیل بھی بن رہا ہے۔

﴿ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی صفت ''رب العالمین'' ہونا ذکر کی گئی ہے۔

عربی لغت میں رب کے معنٰی ''تربیت اور پرورش کرنے والے'' کے ہیں۔ اور تربیت اس کو کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کی تمام مصلحتوں کی رعایت رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھا کر اس کو مکمل انتہا تک پہنچا دینا۔ لفظِ ''رب'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے کسی مخلوق کو ''رب'' کہنا صحیح نہیں کیونکہ ہر مخلوق اپنی ذات میں خود تربیت کی محتاج ہے، وہ دوسرے کی کیا تربیت کرسکتی ہے۔

''العالمین'' عالمین، عالم کی جمع ہے جس میں دنیا کی تمام انواع واقسام کی چیزیں آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہوا، فضا، بارش، بجلی، فرشتے، جنات، زمین اور اس کی ساری مخلوق، حیوان، انسان، نباتات، جمادات سب کے سب شامل ہیں اس لئے ''رب العالمین'' کے معنٰی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کی تربیت کرنے والے ہیں۔

عالمین۔ جمع کا صیغہ لاکر اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بے شمار عالم ہیں جن کی پوری تحقیق اب تک دنیا کے سامنے نہیں آسکی صحابیِ رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عالَم چالیس ہزار ہیں، یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالَم ہے اور باقی عالَم اس کے علاوہ ہیں۔ اسی طرح عظیم مفسر حضرت مقاتل سے منقول ہے کہ عالَم اسی ہزار ہیں (قرطبی) اور آج کل کی سائنس کی تحقیق نے تو اس بات کو خوب اچھی طرح تسلیم کرلیا ہے کہ آسمان وزمین، خشکی اور تری میں عجیب وغریب مخلوقات کا وجود ہے، اور ان کے ماحول اور تقاضے بھی مختلف ہیں اور بے شمار مخلوقات تک ہماری تحقیق ابھی رسائی حاصل نہیں کرسکی۔ جس سے عالمین جمع کا صیغہ لانے کی حقیقت اچھی طرح واضح ہوتی ہے اور اللہ رب العزت کی لامتناہی قدرت کا یقین مضبوط ہوتا ہے۔

﴿**الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**﴾ رحمٰن اور رحیم دونوں لفظ رحمت سے نکلے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت وکثرت اور کمال وتمام کو بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں الفاظ کی مزید تفصیل ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے ضمن میں پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

﴿**مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ**﴾ لفظ مالک ''ملک'' سے نکل کر بنا ہے جس کے معنٰی ہیں کسی چیز پر ایسا قبضہ اور تسلط حاصل ہونا کہ وہ اس میں تصرف کرنے کی جائز قدرت رکھتا ہو۔

دِيْن کے معنٰی ہیں ''بدلہ اور جزا دینا'' اس اعتبار سے ''مالک یوم الدین'' کا ترجمہ ہوا (بدلے یعنی قیامت کے دن کا مالک اور قیامت کے دن میں ملکیت رکھنے والا) اور ظاہر ہے کہ قیامت کے دن تمام کائنات

اور تمام کاموں اور چیزوں پر مالکانہ حقوق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہوں گے۔ اس میں کسی دوسرے کے تصرف اور دخل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا (الا ان یشاء اللہ رب العالمین)

یہ بات بالکل ظاہر اور واضح ہے کہ پوری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کی حقیقی مالک وہی ذات پاک ہے جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا، تربیت و پرورش کر کے پلایا اور بڑھایا، اس ذات کی ملکیت ہر چیز پر مکمل طریقے سے قائم ہے، ظاہر پر بھی، باطن پر بھی، زندہ پر بھی، مُردہ پر بھی، اس ملکیت کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا۔ اس پاک ذات کے علاوہ جس کسی کی جس چیز پر بھی کوئی ملکیت ہے وہ بہت محدود اور ناقص ہے، اور اس کی کوئی نہ کوئی ابتداء اور انتہاء ہے، یہ ملکیت پہلے نہیں تھی اور بعد میں نہیں رہے گی، ظاہر پر ہے، باطن پر نہیں۔ زندہ پر ہے، مُردہ پر نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی ملکیت صرف جزا یعنی قیامت کے دن تک محدود نہیں بلکہ دنیا میں بھی پوری کائنات کی حقیقی اور کامل ملکیت صرف حق تعالیٰ ہی کی ہے لیکن کیونکہ اس ذات نے اپنے فضل وکرم اور حکمت وقدرت سے دنیا میں ایک قسم کی محدود و ناقص ملکیت مخلوق کو بھی عطا فرمارکھی ہے، جس کی وجہ سے یہ مخلوق مغرور اور غافل ہوجاتی ہے۔ اس غفلت کو دور کرنے اور غرور کو توڑنے کے لئے ''ملک یوم الدین'' فرماکر مخلوق کو آگاہ کردیا گیا کہ مخلوق کی یہ ملکیتیں اور تصرفات وتعلقات اور رابطے عارضی اور چند روز کے لئے ہیں اور ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں کوئی مخلوق کسی چیز کی عارضی اور ظاہری طور پر بھی مالک نہ رہے گی، نہ کوئی کسی کا خادم رہے گا، نہ مخدوم، نہ کوئی کسی کا آقا رہے گا، نہ غلام، نہ کوئی حکمران رہے گا، نہ رعایا، پوری کائنات کی مِلک اور مُلک صرف ایک ذات پاک اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی اس بات کی مزید وضاحت سورہ مؤمن کی ان آیات میں ہے

يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَايَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَاظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

یعنی: ''جس دن سب لوگ (اللہ کے) سامنے آموجود ہوں گے (کہ) ان کی کوئی بات اللہ سے (ظاہر میں) بھی چھپی نہ رہے گی، آج کے دن کس کی حکومت ہوگی؟ بس اللہ ہی کی ہوگی، جو تنہا اور غالب ہے، آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا، آج کسی پر ظلم نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں''

بدلہ کا دن، اس دن کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے مقرر فرمایا ہے یہاں ''بدلہ کا دن'' فرمانے سے ایک عظیم فائدہ یہ حاصل ہوا کہ دنیا اچھے اور برے اعمال کی جزاء وسزا کی جگہ نہیں، بلکہ یہ ایک ''دارُالعمل'' یعنی فرائض ادا کرنے کا دفتر ہے، تنخواہ یا صلہ وصول کرنے کی جگہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی کو عیش وعشرت، دولت وراحت سے مالا مال دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ کے نزدیک مقبول ومحبوب ہے، یا کسی کو رنج ومصیبت میں مبتلا پاکر یہ نہیں قرار دیا جاسکتا کہ وہ اللہ کے نزدیک مردود ومبغوض ہے، جس طرح دنیا کے دفتروں اور کارخانوں میں کسی کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف اور محنت کرتے ہوئے دیکھا جائے تو کوئی عقلمند اس کو مصیبت زدہ نہیں کہتا، اور نہ وہ خود محنت ومشقت کے باوجود اپنے آپ کو مصیبت اور بلا میں مبتلا سمجھتا ہے، بلکہ وہ اس محنت ومشقت کو اپنی سب سے بڑی کامیابی تصور کرتا ہے، اور کوئی مہربان اس کو اس محنت ومشقت سے سبکدوش اور بری کرنا چاہے تو وہ اس کو اپنا دشمن خیال کرتا ہے، کیونکہ وہ اس محدود محنت ومشقت کے مقابلہ میں اس راحت کو دیکھ رہا ہے، جو اس کو تنخواہ اور معاوضہ کی شکل میں ملنے والی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد اولیاء اللہ سب سے زیادہ مصیبت اور بلا میں مبتلا ہوتے ہیں، اور وہ اپنی اس حالت پر نہایت مطمئن اور بسا اوقات خوش وخرم نظر آتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کی عیش وعشرت حق وصداقت کی اور رنج ومصیبت بدعملی کی دلیل نہیں ہے، ہاں کبھی کبھی کسی عمل کی جزاء یا سزا کا ہلکا سا نمونہ دنیا میں بھی ظاہر کردیا جاتا ہے، وہ اس کا پورا بدلہ نہیں ہوتا، صرف متنبہ اور آگاہ کرنے کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

یعنی ہم لوگوں کو (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے (بعض اوقات) دنیا میں ایک قریبی عذاب کا مزہ چکھادیتے ہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

یعنی ''ایسا ہوتا ہے عذاب، اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اگر وہ سمجھیں''

بہرحال دنیا کی راحت ومصیبت بعض اوقات تو امتحان اور آزمائش کے طور پر ہوتی ہے اور کبھی عذاب کے

طور پر، مگر یہ اچھے یا برے عمل کا پورا پورا بدلہ نہیں ہوتا، بلکہ ایک نمونہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب کچھ چند روزہ اور عارضی درجہ میں ہے، اصل بنیاد اُس راحت اور تکلیف پر ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، اور جو اس دنیا کے عالَم سے گزرنے کے بعد آخرت کے عالَم میں آنے والی ہے، اسی کا نام ''بدلہ کا دن'' ہے اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اچھے اور برے عمل کا پورا بدلہ اِس دنیا میں نہیں ملا کرتا، اور انصاف وعقل کا تقاضا ہے کہ نیک وبد، اچھا اور بُرا یکساں نہ رہے، بلکہ ہر عمل کی جزاء یا سزا ملنی چاہئے۔

اس لئے ضروری ہوا کہ اس عالَم کے بعد کوئی دوسرا عالَم ہو، جس میں ہر چھوٹے بڑے اور اچھے برے عمل کا حساب اور اس کی جزا یا سزا انصاف کے مطابق ملے، اسی کو قرآن کی زبان میں بدلہ، جزا، قیامت یا آخرت کا دن کہا جاتا ہے۔

سورہ فاتحہ کی تین پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا بیان ہے، پہلی دو آیتوں میں حمد وثناء کے ساتھ ایمان کے بنیادی اصول، اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کا بیان بھی ایک معجزانہ انداز میں آ گیا ہے کہ جب پوری کائنات کی تربیت وپرورش کی ذمہ دار صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو حمد وثناء اور تعریف کی حقیقی مستحق بھی وہی ہوسکتی ہے، اور تیسری آیت کے صرف دو لفظوں میں حمد وثناء کے ساتھ اسلام کے عظیم انقلابی عقیدہ یعنی قیامت وآخرت کا بیان بھی دلیل کے ساتھ آ گیا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ (جاری......)

ٹی وی کی لعنت

آج ہمارے معاشرے میں ٹیلی ویژن تقریباً ہر گھر کی زینت بنا ہوا ہے، شاید ہی کوئی گھرانہ اس سے خالی ہو، ٹی وی اپنی موجودہ شکل اور مروجہ گناہوں کی وجہ سے سانپوں کے پٹارے سے کم حیثیت نہیں رکھتا، خواہ اس پٹارے میں کالے سانپ ہوں یا سفید سانپ ہوں، زہر سب میں موجود ہے، ٹی وی کا کوئی پروگرام اس وقت گناہوں کی لعنت اور زہر سے محفوظ نہیں، اس کے پروگرام میں اچھے اور برے کی تمیز اور فرق بیان کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ کالے گورے سانپوں میں فرق کر کے کوئی گورے سانپوں سے اپنے آپ کو ڈسوانا شروع کر دے، ظاہر ہے کہ گورا ہونا زہر سے بچانے کے لئے کافی نہیں یاد رکھئے! اس طرح کی تاویلات اور حیلے بہانے اللہ رب العزت کے حضور نجات نہیں دلا سکیں گے، اور قبر وآخرت کے عذاب سے بچانے میں ذرہ برابر مدد نہیں کرسکیں گے۔

درسِ حدیث محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

رسول ﷺ کی محبت کے تقاضے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اپنے (ماں) باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں (بخاری ومسلم)

تشریح: آخرت میں مکمل نجات حاصل کرنے کے لئے کامل ایمان ضروری ہے اور ایمان جن اعمال سے کامل اور مکمل ہوتا ہے ان میں سے ایک عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت کرنا بھی ہے۔ اصل مقصود تو رسول کے بھیجنے سے یہ ہے کہ ہر کام میں ان کی اطاعت کی جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورہ نسآء آیت ۶۴) ترجمہ: اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے (سورہ نساء)

مگر یہ مقصود مکمل طریقے سے اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے صرف رسمی تعلق کے بجائے حقیقی محبت اور قلبی تعلق پیدا نہ ہوجائے اور جب دل میں نبی ﷺ کی حقیقی محبت پیدا ہوجائے تو پھر آپ ﷺ کی اطاعت سے بڑھ کر آپ کی منشاء وچاہت پر بھی اپنا تن من دھن لٹانا آسان ہوجاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین (جن کے دلوں میں نبی علیہ السلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی) کے ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اشاروں پر اپنی بڑی بڑی حسرتوں اور چاہتوں کو قربان کردیا۔ مثال کے طور پر حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ گھر مبارک سے باہر تشریف لے جارہے تھے آپ نے راستے میں ایک قبہ (گنبد والا حجرہ) دیکھا...... جو اونچا بنا ہوا تھا، آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری

Iqra Ghufran

نے قبہ بنایا ہے۔حضور ﷺ سن کر خاموش ہو گئے، کسی دوسرے وقت وہ انصاری صحابی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا حضور ﷺ نے اعراض فرمایا اور سلام کا جواب مرحمت نہیں فرمایا۔ان انصاری صحابی نے اس خیال سے کہ شاید آپ کی توجہ نہ ہوئی ہو دوبارہ سلام کیا، حضور اقدس ﷺ نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا (وہ صحابی پریشان ہو گئے اور وہ اس بات کا کیسے تحمل کر سکتے تھے) مجلس میں موجود صحابی سے دریافت کیا کہ آج میں حضور ﷺ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور باہر تشریف لے گئے تھے، راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ یہ سن کر وہ انصاری فوراً واپس گئے اور اس قبہ کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کر دیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا اور پھر آ کر آپ سے اس واقعہ کا ذکر بھی نہیں کیا۔اتفاقاً حضور ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے، دریافت فرمایا، صحابہ نے عرض کیا کہ انصاری سے آنحضرت ﷺ کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہے۔انھوں نے آ کر اس کو بالکل توڑ دیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے، مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو (ابوداؤد)

فائدہ: یہ کمالِ محبت کی باتیں ہیں، ان حضرات کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضور ﷺ کی گرانی کو محسوس کرے۔ان صحابی نے قبہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آ کر کہتے کہ آپ کی خوشی کے واسطے گرا دیا بلکہ جب حضور ﷺ کا خود ہی اتفاق سے اُدھر کو تشریف لے جانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا (''حکایاتِ صحابہ'' بتغیر ص ۱۰۴)

اسی طرح ایک اور صحابی حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ نیچی تہبند باندھتے تھے اور لمبے بال رکھتے تھے: ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خریم اسدی کتنا اچھا آدمی تھا۔اگر دو باتیں نہ ہوتیں ایک سر کے بال بہت بڑے نہ رکھتا، دوسرے لنگی ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکاتا۔حضرت خریم اسدی کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً قینچی لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی (ابوداؤد)

یہ واقعات مثال کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں ورنہ اس قسم کے بیسیوں واقعات سیرت وحدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

ایسے واقعات سے جہاں صحابہ کرام کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت معلوم ہوتی ہے وہاں حقیقی محبت

کا نمونہ بھی کھل کر سامنے آتا ہے۔ حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے محبت ہے اس کو تمام چیزوں پر ترجیح دی جائے لہذا نبی کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ پر ایمان لایا جائے اور زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا جائے۔ اور یہ بات حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے خود بھی ارشاد فرمائی ہے چنانچہ فرمایا: جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا (شمائل کبریٰ ج ا ص ۵۶ بحوالہ سیرت ج ۱۱ ص ۴۲۶) معلوم ہوا کہ اصل محبت کی علامت سنت کی اتباع ہے جو حضرات رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے افعال واعمال سنتوں کے خلاف ہیں ان کی محبت کے دعوے میں سچائی نظر نہیں آتی۔

اس تفصیل سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ محبت کا بڑا معیار محبوب کی اطاعت ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث کامل ایمان کا معیار بتلاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو جائے یعنی جب کبھی رسول اللہ ﷺ کے حکم اور والدین، اولاد یا کسی اور کے کہنے میں ٹکراؤ کی صورت سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ کی محبت غالب ہونے کے تقاضے کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کے حکم کو باقی سب کے کہنے پر مقدم رکھا جائے اور حکمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا جائے۔

رائے گرامی حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب

(اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں)

......احوال آنکہ ماہنامہ ''التبلیغ'' کا تیسرا شمارہ کل پہونچا بے حد خوشی ہوئی پہلا شمارہ ملا تو خیال تھا کہ آپ کو مبارکباد لکھوں گا لیکن مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ بحمد اللہ تعالیٰ تینوں شمارے انتہائی معیاری ہیں حق تعالیٰ مفید و نافع فرمائیں اور قبولیت عام سے نوازیں۔ رسالہ ہر اعتبار سے معیاری ہے اس کے اجراء پر آپ بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ماہانہ رسالہ کے اجراء کی طرف احقر نے ہی سب سے پہلے آپ کو متوجہ کیا تھا اس لئے رسالہ کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر زبان پر آ گیا۔ ؎ للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

۹ رصفر ۱۴۲۵ھ جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

ماہِ ربیع الاول جشنِ ربیع الاول کی روشنی میں

''ربیع الاول'' اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے، یہ مہینہ ماہِ صفر اور ماہِ ربیع الاخر کے درمیان میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی ولادت باسعادت اور وصالِ مبارک دونوں کے لئے اس مہینہ کا انتخاب فرمایا۔ یہ مہینہ تھا جس میں رحمۃ للعالمین حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کے مشن کی تکمیل فرمائی اور اپنے پیارے نبی کو اپنے پاس بلا کر قیامت تک نبوت کے دروازے کو بند فرما دیا۔ اس اعتبار سے ربیع الاول کا مہینہ آپ ﷺ کی ولادت اور وصال دونوں کا مہینہ ہے، البتہ آپ ﷺ کی ولادت اور وصال کی تاریخوں میں روایات کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

ولادت اور وصال دونوں کے اس مہینہ میں جمع ہونے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ولادت اور وصال کی تاریخوں کے حتمی طور پر متعین نہ کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں، جن میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ امت کے سامنے ہمہ وقت آپ ﷺ کی بعثت اور دنیا میں تشریف آوری کا اصل مقصد سامنے رہے اور صرف ولادت یا وصال کو مقصود سمجھ کر امت اسی پر سہارا لے کر نہ بیٹھ جائے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کے چند مقاصد ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (۱) قرآن پاک کی تلاوت (۲) قرآن پاک کی تعلیم وتشریح (۳) لوگوں کی عملی تربیت (۴) دینی رہنمائی پر مبنی حکمت۔ یہ چیزیں امت کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے انعامات بھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد بھی۔

ان مقاصد کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتاتے رہتے ہیں''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (سورہ بقرہ آیت ۱۵۱)

''جس طرح لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا (جو کہ) تم ہی میں سے (ہیں اور وہ) ہماری آیات (واحکام) پڑھ پڑھ کرتم کو سناتے ہیں اور (جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ)

''وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں''

یہی وہ مقاصد ہیں جو مادیت پرستی اور نفسانی خواہشات سے ہٹا کر انسان کی روحانی تربیت کرتے ہیں اور جن کے رسول اللہ ﷺ کو سونپے جانے کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح فرمائی تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۹)

''اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو (آسمانی) کتاب (کے مضامین) کی اور (اس میں) خوش فہمی (حاصل کرنے) کی تعلیم دیا کریں اور ان کو (شرک و جہالت اور کفر و بدعت کے خیالات و اعمال سے) پاک کر دیں''

یہ مقاصد آپ ﷺ کے دور میں ہی کامیابی کے ساتھ حاصل ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام نے ان کو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پوری دنیا میں عام کیا۔ ان مقاصد میں آپ کی جسمانی ولادت، ربیع الاول کے مہینے اور اس میں آج کل کی طرح منعقد ہونے والے جلسے جلوسوں کا ذکر نہیں۔

اور خود حضور اکرم ﷺ اپنی ولادت باسعادت کے بعد ۶۲ سال دنیا میں موجود رہے، نبوت کا شرف حاصل ہونے کے بعد ۲۳ مرتبہ ربیع الاول کا مہینہ آپ ﷺ کی موجودگی میں آیا۔ آپ ﷺ نے خود اپنی موجودگی میں مروجہ میلاد کا اہتمام نہیں فرمایا، آپ کے بعد آپ ﷺ کی کامل اتباع کرنے والی صحابۂ کرام کی جماعت کا دور آیا جس میں خلفائے راشدین کی عظیم الشان حکومت اور خلافت راشدہ کا دور بھی شامل ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کے مختلف علاقوں میں جا کر دین کی تعلیم و تبلیغ اور سنت کی ترویج اور اشاعت فرمائی، لیکن ایک صحابی سے مروجہ میلاد کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا، پھر تابعین، فقہاء، محدثین ومفسرین اور صوفیائے کرام کا مستقل ایک سلسلہ قائم رہا لیکن کسی ایک تابعی، ایک فقیہ، کسی ایک محدث، کسی ایک مفسر اور کسی ایک صوفی سے اس رسم کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ خیر القرون کا دور اس رسم سے خالی اور پاک تھا، حضور اکرم ﷺ کی محبت، آپ کی اطاعت کا ہر طرف چرچا تھا اور دنیا آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت کے عجیب وغریب نمونوں کا مشاہدہ کر رہی تھی، عشق، محبت، اطاعت اور اتباع کے تمام تقاضے بحسن وخوبی پورے ہو رہے تھے، نہ میلاد کے نام کے مروجہ جلسے تھے اور نہ جشن وجلوس کی مروجہ محفلیں۔

اسی حال میں چھ سو صدیاں گذر چکی تھیں کہ چھٹی صدی عیسوی میں ایک دنیادار، فضول خرچ اور نمائشی بادشاہ نے موصل شہر میں اس رسم کی داغ بیل ڈالی، جس کا نام تاریخ میں ''مظفر الدین کوکری'' ملتا ہے (تاریخ ابن خلکان، دول اسلام، لسان المیزان) اب آپ انصاف کے ساتھ غور فرمالیجئے کہ حضور ﷺ آپ کے صحابہ، اولیاء اللہ کے طریقہ کو باعثِ نجات سمجھا جا سکتا ہے یا ان کے مقابلہ میں ایک دنیادار بادشاہ کے طرز عمل کو اس وقت ربیع الاول کے مہینہ اور خاص ۱۲ر تاریخ میں منعقد ہونے والے مروجہ میلاد النبی کے جلسے جلوسوں کی جو صورتِ حال ہمارے سامنے ہے اور اس کے جو مناظر دیکھنے میں آتے ہیں، ان کے پیشِ نظر یہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ یہ جلوس اللہ تعالیٰ کے سب سے عظیم پیغمبر کے نام سے کیا جوڑ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ولادت کے عنوان سے موسیقی، بے حیائی، بے پردگی، اسراف، فضول خرچی، غیر ضروری روشنی، سبیلیں، قرآن خوانیاں، دیگیں اتارنا، قبروں پر جانا ان کی لپائی پوتائی کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزیں وہ ہیں جن کا ربیع الاول کی ۱۲ر تاریخ اور آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے کوئی حقیقی اور روحانی تعلق نہیں اور یہ تمام چیزیں بعد کی ایجاد ہیں۔ آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد پر عمل کئے اور سچی اطاعت کے بغیر کامیابی حاصل ہونا ممکن نہیں۔

Iqra Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

امیر بننے کا شوق

کسی دور میں کوئی غریب آدمی ایک شہر میں رہتا تھا، محنت مزدوری کر کے اپنا گزر بسر کرتا، لیکن اسے امیر بننے کا بڑا شوق تھا......ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ کسی اللہ والے کے پاس جا کر امیر بننے کی دعا کرانی چاہئے اس سے امید ہے کہ میں ایک امیر آدمی بن جاؤں......چنانچہ وہ تلاش کر کے ایک اللہ والے کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ حضور! میں ایک غریب آدمی ہوں اور مجھے دولت مند انسان بننے کا بڑا شوق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ امیر آدمی بن جاؤں۔لہٰذا آپ اللہ سے میرے امیر بننے کی دعا کر دیجئے۔ پہلے تو اِن اللہ والے بزرگ نے اس غریب آدمی کو سمجھایا کہ جس حال میں اللہ نے رکھا ہے اسی حال میں خوش رہو، دولت کی زیادتی کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی۔ دال روٹی کھاؤ اور اللہ اللہ کرو، دنیا کے بکھیڑوں میں سکون نہیں ہوتا، مگر یہ غریب کہاں ماننے والا تھا، اس پر تو بس دولت مندی اور مالداری کا ایک ہی بھوت سوار تھا......بالآخر غریب کے بار بار اصرار کرنے پر ان بزرگ نے اس غریب، دولت کے شوقین آدمی کے لئے ایک تدبیر نکالی، اور فرمایا کہ پہلے آپ شہر میں خوب اچھی طرح گھوم پھر کر کسی بڑے سے بڑے دولت مند کو تلاش کر کے منتخب کرلو۔یعنی آپ جس طرح کا دولت مند انسان بننا چاہتے ہو، اس کا کوئی نمونہ، اور کوئی ماڈل تلاش کر کے پیش کرو......بہرحال ان بزرگ کے فرمانے پر اس غریب آدمی نے اس تجویز سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ اس کو خاصا پسند بھی کیا۔اور خوشی خوشی لوٹ کر پورے شہر کا چکر کاٹنا شروع کر دیا۔ یہ غریب روزانہ صبح سویرے گھر سے نکل جاتا اور شام تک بازاروں اور گلیوں کا چکر کاٹ کر مختلف لوگوں سے تبادلۂ خیال کرتا مگر ہر روز پسندیدہ شخصیت میں کسی نہ کسی طرح کا کوئی کیڑا نظر آ جاتا اور آخر اپنے فیصلہ سے رجوع کرنا پڑتا، بالآخر ایک دن بازار میں ایک سنار پر نظر پڑی جو بظاہر بڑا امیر آدمی نظر آ رہا تھا، مال ودولت کی فراوانی تھی اور خادموں کی بھی کثرت تھی۔خلاصہ یہ کہ یہ صراف بڑی شان وشوکت والا سیٹھ نظر آ رہا تھا، کچھ دائیں بائیں کے لوگوں سے بھی اس کی امیری کے بارے میں بات چیت کی، تو انہوں نے بھی اس کی امیری اور دولت مندی کی بڑھ چڑھ کر تعریف کی۔آخر کار اس غریب نے اس سنار کے انتخاب کا فیصلہ کر ہی لیا، شام کو اپنے گھر آ کر سکھ کا سانس لیا کہ ایک بڑی ذمہ داری سے سبکدوش

ہو گیا ہوں، رات کو میٹھی نیند سو کر صبح ہوتے ہی ان اللہ والے بزرگ کے پاس پہنچ گیا۔ اور کہا کہ حضور! میں نے پسندیدہ شخصیت کا انتخاب کرلیا ہے، اور یہ فلاں فلاں آدمی ہے...... بزرگ نے جواب میں کہا...... جلد بازی اچھی چیز نہیں ہوتی۔ خوب اچھی طرح چھان وبین اور تحقیق کرلو...... کہیں بعد میں اپنے فیصلہ پر شرمندہ نہ ہونا پڑ جائے ...... غریب ...... میں نے خوب اچھی طرح چھان پھٹک کر فیصلہ کیا ہے اور بہت مشکل سے سینکڑوں دولت مندوں میں سے اس کا انتخاب کیا ہے...... بس اب مجھ سے اس سے زیادہ تحقیق نہیں ہوسکتی۔ میں تھک کر چور ہو گیا ہوں۔ اور عاجز آ گیا ہوں۔ اب جلدی سے میرے لئے اس طرح کا دولت مند انسان بننے کی دعا کردیجئے۔ بزرگ...... ابھی تو آپ نے ظاہری طور پر دیکھ بھال کی ہے۔ اس کے اندرونی اور گھریلو حالات اور نجی زندگی کے احوال کے متعلق بھی تحقیق کرلو۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ اندرونی حالات کی جتنی خود اپنے آپ کو خبر ہوتی ہے اتنی کسی دوسرے انسان کو اس کے بارے میں خبر نہیں ہوتی۔ لہٰذا امن وعافیت کا راستہ یہی ہے کہ خود اس سنار ہی سے اس کے اندرونی معاملات پر گفت وشنید کرلو۔ غریب کی کھوپڑی میں یہ بات آ گئی اور جا کر سنار کو اپنا سارا واقعہ سنا کر اس کے اندرونی اور گھریلو حالات ومعاملات پر مذاکرہ شروع ہوا...... سنار...... میاں کس چکر میں پڑے ہو۔ ہرگز میری طرح کا آدمی بننے کی کوشش نہ کرنا...... شاید مجھ سے زیادہ کم بختی اور مصیبت کا مارا کوئی انسان دنیا میں نہ ہو۔ اس دولت مند سنار نے لمبا سانس لے کر درد بھری آواز اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ اپنی مصیبت بھری داستان سنانا شروع کی

''دراصل ایک مرتبہ میری خوبصورت اور نوجوان بیوی بیمار پڑ گئی۔ مجھے اس سے بے حد محبت اور بہت پیار تھا، ہر قسم کا علاج ومعالجہ کرانے کے باوجود جب کسی طرح افاقہ نہ ہوا۔ اور ڈاکٹروں کی طرف سے بھی مایوسی ظاہر کردی گئی تو اسی حال میں ایک روز میری بیوی بستر پر لیٹی ہوئی تھی، میں بھی ساتھ بیٹھا تھا، ایک عجیب وغریب رقت کا منظر تھا۔ میری بیوی مجھے کہہ رہی تھی کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے مرنے کے بعد تم دوسری شادی کرلو گے اور چند ہی دنوں میں نئی بیوی کے ساتھ مصروف ہو کر مجھے بھول جاؤ گے، میں نے تسلی دلائی کہ ہرگز میں ایسا نہ کروں گا۔ مگر میری بیوی کو کسی طرح یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے قسمیں کھا کر بھی اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ لیکن تمام کوششیں بیوی کو یقین دلانے میں ناکام ثابت ہوئیں اور میں

نے بیوی کے کہنے پراس کو یقین دلانے کے لئے اس کی محبت کے جذبات میں آ کر اپنے عضو تناسل کو چھری سے کاٹ دیا، بیوی کو یقین آ گیا، معاملہ ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن محبت کی یہی قربانی دراصل میرے لئے زندگی بھر کا روگ اور سورج کی روشنی میں کالی اور اندھیری گھٹاؤں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، حالات نے کروٹ بدلی اور یکا یک قدرت نے تنکے میں جان ڈال کر میری بیوی کو صحت و تندرستی عطا کر دی اور اس کی خوبصورتی اور جوانی کے تمام تقاضے واپس لوٹ آئے۔ ایک مردہ لاش زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور ایک چلتا پھرتا صحت مند انسان تاریکی کے اس غار میں چلا گیا جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ اس کے بعد میری نوجوان اور خوبصورت بیوی نے اپنے جذبات کی تسکین کے لئے اجنبی لوگوں بلکہ میرے نوکروں اور چاکروں کے ساتھ وہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے کیا جسے دیکھ کر چلو بھر پانی میں ڈوبتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اور روزمرہ میری آنکھوں کے سامنے میری بیوی وہ سب کچھ کرتی ہے جسے دیکھ کر میں اپنے آپ کو رنڈوا محسوس کرتا ہوں، مگر شوہر ہونے کے باجود میں کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں۔ میرا مال و دولت اور حشم و خدم بلکہ دنیا کی کوئی دولت میری اس کھوئی ہوئی طاقت کو واپس لانے میں نا کام ہے''

اس درد بھری داستان کا سننا تھا کہ غریب کے دل کی کایا پلٹ گئی۔ دنیا کی عارضی دولت اور آخرت کی حقیقی دولت کا فرق سمجھ آ گیا۔ دنیا میں امیر بننے کا شوق آخرت میں امیر بننے کے شوق سے تبدیل ہو گیا اور ان بزرگ کے پاس جا کر توبہ، تائب کر کے اپنا رخ دنیائے فانی سے آخرت باقی کی طرف کر لیا۔

دنیا کا امیر، امیر ہو کر بھی سکون حاصل نہ کر سکا اور دنیا کا غریب، غریب ہونے کے باوجود بھی آخرت کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔

آج بھی دنیا میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو مال و دولت میں راحت و سکون کو تلاش کرتے ہیں اور دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ میں مقابلہ بازی کر رہے ہیں، مال و دولت کی تلاش اور بڑھوتری میں دن و رات بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں، مصروفیت کے باعث اِن لوگوں کو سکون و اطمینان کے ساتھ نماز کے لئے وقت نکالنا بھی دشوار ہوتا ہے۔ مگر کوٹھی بنگلوں میں رہ کر، عالیشان گاڑیوں میں سفر کر کے، قیمتی لباس پہن کر اور عمدہ قسم کے کھانے کھا کر بھی حقیقی راحت و سکون کی نعمت و دولت سے

محروم ہیں، ہر قسم کی عیش وعشرت کے سامان واسباب موجود ہوتے ہوئے بھی بے چینی و بے سکونی دور نہیں ہوتی ، نرم وگرم بستر اور گدوں پر لیٹ کر نیند کی گولیاں کھائے بغیر آنکھ بند کرنے سے محروم رہتے ہیں اور کروٹیں بدل بدل کر ساری رات پریشان خیالی میں گزار دیتے ہیں اور اس مال دولت کے حصول کی کوشش میں اللہ کے احکام سے غفلت میں پڑ کر پوری زندگی کے سرمایہ کی قیمتی دولت لُٹ پِٹ جاتی ہے اور اسی تگ ودو میں لگے ہوئے خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور موت کو تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں کرتے۔

ایک بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ ہفتے مہینے بعد مقررہ وقت پر اپنے خزانے اور مال ودولت کا جا کر معائنہ کیا کرتا تھا۔نگران اور دربانوں کو حکم تھا کہ وہ مقررہ وقت پر خزانہ کے دروازے کھولیں اور بند کر دیا کریں ایک روز اتفاق سے بادشاہ کو شاہی خزانہ کا معائنہ کرنے میں مقررہ وقت سے غیر معمولی تاخیر ہوگئی، اُدھر دربانوں اور نگرانوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ بادشاہ سلامت مقررہ وقت پر واپس تشریف لے گئے ہوں گے، شاہی خزانہ کے دروازوں کو بند کر کے تالے ڈال دیئے، بادشاہ سلامت اندر سے چیخ وپکار کرتے رہے مگر باہر اتنے فاصلہ پر کون آواز سن سکتا تھا، بادشاہ بھوک اور پیاس کے عالم میں مال ودولت اور خزانہ کے ڈھیر پر ہی روتا بلکتا اور سسکتا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا، مال ودولت نہ بھوک مٹانے میں مدد دے سکا اور نہ پیاس بجھانے کے کام آسکا۔

تاریخ نے اس انوکھے واقعہ کو محفوظ رکھ کر رہتی دنیا کو یہ سبق دے دیا کہ ''مال ودولت میں بذاتِ خود انسان کی بھوک اور پیاس مٹانے کی بھی طاقت نہیں'' جبکہ آج دنیا نے اسی کو سب کچھ بلکہ اپنا خدا سمجھ رکھا ہے اور زندگی وحیات بخشنے والی ذات سے نظر ہٹا رکھی ہے۔اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ ''خبردار ہو جاؤ! اللہ کے ذکر سے ہی حقیقی سکون حاصل ہوتا اور دلوں کو اطمینان پہنچتا ہے''۔

تو اے بشر جہاں سے جس دم روانہ ہوگا
کوئی نہ ساتھ دے گا تو بے سامان ہوگا

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت — موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بھی بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضاء — میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

خوب سمجھ لیجئے حقیقی راحت وسکون اللہ کے ذکر اور اس کی یاد میں لگنے سے حاصل ہوتا ہے، صرف مال

ودولت کے بل بوتے پر حاصل نہیں ہوتا، مال ودولت تو ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے، اس کو مقصدِ حیات اور اپنا نصب العین بنالینا اور حقیقی راحت وسکون کو اس میں تلاش کرنا عقلمندی کی نشانی نہیں ۔ مال ودولت میں بذاتِ خود کوئی ایسی طاقت نہیں جو انسان کی ہر ضرورت پوری اور دائمی سکون سے آشنا کر سکے جب تک کہ اس کے سر پر اللہ کی یاد اور آخرت کے ذکر وفکر کا سایہ نہ ہو جائے، یاد رکھئے کہ مال ودولت اگر جائز طریقہ پر حاصل ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور انعام ہے ۔ مگر نعمت میں منہک ہو کر منعمِ حقیقی (یعنی نعمت اور انعام دینے والی پاک ذات) کو بھول جانا بہت بڑی بے وفائی ہے ۔ حلال طریقہ سے حاصل شدہ رزق اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے ، مگر اس عطیہ میں لگ کر معطیِ حقیقی (یعنی عطاء کرنے والی ذات) سے نظر ہٹالینا بہت بڑی ناقدری ہے ۔ پاکیزہ اور طیب مال اللہ رب العزت کا احسان ہے ، مگر اس احسان میں مبتلا ہو کر محسنِ حقیقی (یعنی احسان وانعام کی بارش کرنے والی ذات) سے اعراض کر لینا بہت بڑی احسان فراموشی ہے ۔ دراصل دنیا کی نعمتیں انسان کی غلام اور خادم بنا کر پیدا کی گئی اور انسان کو ان کا مخدوم اور رب کا خادم اور غلام بنا کر پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اللہ کا بندہ اس کا خادم اور غلام بن کر رہے جس نے خادم ومخدوم کو وجود بخشا اور تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا، نعمتوں کا بندہ، پیسوں کا غلام، مال ودولت کا خادم نہ بنے

حمد شریف

سب مطیع ہیں تو مطاع لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ
کون معبود ہے تجھ سوا لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

تو ہے مالک ومختار تو ہی سب کا پالنہار
رب فقط ہے تو خدا لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

حور وملک یہ انس وجاں یہ زمین یہ آسمان
خلق ہیں تیری خدا لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

صاحب کون ومکان ذات تیری کن فکان
بے مثل وبے ہمتا لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

تیری قدرت کے شاہکار سب ثوابت اور سیار
گردش میں ہیں مہر وماہ لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

عرش کرسی ارض وسما سیار ثوابت مہر وماہ
زیر نگیں تیرے خدا لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

بندے ہیں صمد تیرے سارے نیک وبد تیرے
سب کو سیدھی راہ دکھا لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

صاحب لطف وکرم ہو احقر پہ نظر کرم
رحم کر یوم جزا لَاۤ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

(عبدالحلیم احقر اچھڑیاں، مانسہرہ)

مقالات ومضامین ابوریحان

حکمرانوں اور حاشیہ نشین علماء ومشائخ کے لئے تاریخی سبق

شمس الدین التمش: سلطان شمس الدین التمش کا نام آپ نے سنا ہوگا، یہ ۱۲۱۰ء میں ہندوستان کے ملک میں تخت نشین ہوا۔ شمس الدین التمش دراصل قطب الدین بادشاہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ لیکن آزاد کردہ غلام ہونے کے باوجود یہ عجیب وغریب اوصاف وکمالات کا مالک تھا۔ ایک طرف یہ نہایت مدبر ومنتظم، بیدار مغز اور بہترین ذہین سیاست دان، تو دوسری طرف انتہائی بہادر اور جریٔ انسان تھا، اس نے تخت نشین ہونے کے بعد پہلے سندھ اور بنگال کے باغی وسرکش گورنروں کی سرکوبی کی، پھر ہندوؤں کی ہمسایہ خودمختار ریاستوں کو زیر کیا، اس کے نظم ونسق اور ڈسپلن کی وجہ سے بعض تاریخ دانوں نے اس کو ہندوستان میں اسلامی خودمختار حکومت کا اولین مؤسس وبانی قرار دیا ہے، ان اوصاف وکمالات کے ساتھ ساتھ یہ نہایت عابد وزاہد اور صوفیانہ وفقیرانہ طبیعت کا بھی مالک تھا، وعظ سننے کا اسے بڑا شوق تھا، ہفتہ میں تین مرتبہ اور رمضان المبارک کے مہینہ میں روزانہ علماء وصلحاء کی تقریر اور وعظ سنا کرتا تھا۔

تاریخ کی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد بادشاہ شمس الدین التمش اپنے محل میں علماء وصلحاء پر مشتمل ایک اجتماع کا اہتمام کرتا، جس میں علماء ومشائخ اور بزرگانِ دین پوری آزادی کے ساتھ بادشاہِ اسلام کے فرائض وواجبات اور ذمہ داریوں پر اظہارِ خیال فرماتے اور بادشاہ ان سب کو بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا کرتا۔ فرض اور نفل نمازوں کے علاوہ رات کو ذکرِ الٰہی اور وظائف میں مشغول رہتا، سلطان شمس الدین التمش کی پاکیزہ زندگی، نفس کی پاکیزگی اور تقویٰ وطہارت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ۱۴/ربیع الاول ۶۳۳ھ کو جب اُس دور کے مشہور ترین بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا اور آپ کے جنازہ کو غسل وکفن کے بعد باہر لایا گیا تو خواجہ ابوسعید نے مجمع میں اعلان کیا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی کہ ''میرے جنازہ کی نماز صرف وہ شخص پڑھائے، جس نے زندگی میں کبھی زنا کی حرکت نہ کی ہو اور عصر کی چار سنتیں اور جماعت کی نماز کی تکبیر اولیٰ نہ چھوڑی ہو'' اس مجمع میں سلطان شمس الدین بھی موجود تھا، سلطان سمیت سب لوگ منتظر تھے کہ خواجہ صاحب کی وصیت پوری کرنے کے لئے کوئی بزرگ ہستی برآمد ہوکر جنازہ کی نماز

پڑھائے ،لیکن کافی انتظار کے بعد جب کوئی شخص بھی مجمع سے اس کی جرأت نہ کرسکا تو سلطان شمس الدین التمش مجمع سے برآمد ہوکرآگے بڑھا اور فرمایا ''میں اپنی ذات اور نمازوں کی شہرت ونمائش پسند نہ کرتا اور نہ ہی ظاہر کرنا چاہتا تھا لیکن حضرت خواجہ صاحب کی وصیت بہرحال لازم ہے'' اور خود آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور کاندھا دیتا ہوا قبرستان کی طرف جنازہ لے گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر سارا مجمع حیران ہوگیا (ملاحظہ ہو مسلمانوں کا عروج وزوال ص ۲۴۴)

شیر شاہ سوری: تاریخ میں شیر شاہ سوری جیسے اسلام کے سپوت حکمرانوں کا تذکرہ بھی آج زندہ جاوید طریقہ پر محفوظ ہے۔ شیر شاہ سوری کا نام فرید خان اور والد کا نام حسن خان تھا۔ شیر شاہ افغان قبیلے ''سُور'' سے تعلق رکھنے کی وجہ سے سوری کہلاتا ہے۔ شیر شاہ سوری کی نشوونما جون پور میں اہلِ حق علماء ومشائخ کے زیرِ سایہ ہوئی، اور اس نے باقاعدہ اس زمانہ کا علمی ودینی نصاب پڑھا، گلستان، بوستان، سکندر نامہ اور کافیہ جیسی کتابیں پڑھ کر دین وسیاست میں اپنا لوہا منوایا اور معمولی جاگیردار کے مرتبہ سے ترقی کرکے دہلی کے ممتاز وطاقتور اور صالح حکمرانوں میں اپنا نام رقم کروایا، شیر شاہ سوری نے اگرچہ صرف پانچ سال کے مختصر عرصے یعنی ۱۵۴۰ء سے ۱۵۴۵ء تک حکومت کی لیکن اس پانچ سال کے عرصہ میں اس نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ تاریخ آج تک اسلام کے اس جیسے سپوت وارثوں کی منتظر ہے، شیر شاہ سوری کی مصروفیات اور معمولات کی جو لمبی فہرست مؤرخین نے محفوظ کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مختصر عرصہ میں ایک صدی کا کام انجام دیا، شیر شاہ کی دینی، سیاسی اور انتظامی مشغولیات ومصروفیات کا اندازہ اس کے درجِ ذیل معمولات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

''شیر شاہ سوری تہائی رات باقی رہتی کہ جاگ کر بیدار ہوجاتا، غسل کرتا اور نوافل پڑھتا، فجر کی نماز سے پہلے اذکار واوراد مکمل کرلیتا، پھر مختلف قسم کے حسابات کا جائزہ لیتا اور دن بھر کے اہم کاموں کے متعلق کارندوں کو ہدایات فراہم کرتا اور پورے دن کا نظامِ عمل (ٹائم ٹیبل) بتلاتا۔ تاکہ دن کے وقت اُن کی طرف سے سوالات کے ذریعہ پریشانی اور کاموں میں خلل نہ پڑے ان سب کاموں سے فارغ ہوکر وضو کرکے باجماعت فجر کی نماز ادا کرتا، پھر ذکر وشغل میں مصروف ہوجاتا، اتنے میں حکام سلام کے لئے حاضر ہوتے، اشراق کی نماز سے فارغ ہوکر بذاتِ خود لوگوں کی ضروریات معلوم کرتا اور جس کو جیسی ضرورت، مال وجائیداد، سواری وغیرہ

کی ہوتی پوری کرتا، پھر لوگوں کے بنفسِ نفیس مقدمات کی سماعت کرتا اور ان کی داد رسی وحاجت براری کرتا، پھر شاہی فوج اور جنگی اسلحہ کا معائنہ کرتا اور فوج کے لئے امیدواروں کی قابلیت وصلاحیت کا جائزہ لے کر ان کی تقرری کرتا، پھر ملک کی روزانہ کی آمدنی اور مالیات کا معائنہ کرتا، اس کے بعد سلطنت کے ارکان وزراء، سفراء اور وکلا حاضر ہوتے ان سے گفتگو کرتا، پھر حکام اور کارندوں کی عرضیاں پیش ہوتیں ان کی سماعت کرکے فیصلے لکھواتا، پھر اہلِ حق علماء ومشائخ کے ساتھ دسترخوان پر دوپہر کا کھانا کھاتا، پھر ظہر کی نماز تک دو گھنٹے تک اپنے ذاتی اور نجی کام انجام دیتا اور دوپہر کا آرام ''قیلولہ'' کرتا، پھر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھتا، اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا، اس سے فارغ ہوکر پھر سیاسی وانتظامی معاملات میں مصروف ہوجاتا، سفر اور حضر میں ان معمولات اور نظام الاوقات (ٹائم ٹیبل) میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ بڑا اور کام کا آدمی وہ ہے جو اپنا پورا وقت ضروری کاموں میں خرچ کرے'' (ملاحظہ ہو انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۳۰۶ بتغیر)

آن مسلمانان کہ میری کردہ اند در شہنشاہی فقیری کردہ اند

نتیجہ: شمس الدین التمش جیسے بہادر حکمرانوں کی علماء وبزرگانِ دین کی عظمت وعقیدت عالمِ اسلام کے تجدد پسند حکمرانوں کے طرزِ عمل پر نوحہ کناں ہے، تاریخ آج شمس الدین التمش جیسے علماء ومشائخ کے قدردان حکمرانوں سے یتیم ہوچکی ہے، کہاں سلطان شمس الدین التمش کا وہ دینی جذبہ اور علماء ومشائخ کی وعظ ونصیحت کا شوق اور کہاں آج کے بیچارے حکمرانوں کا علماء اور واعظین کے خلاف پکڑ دھکڑ اور قید وبند کا سلسلہ۔ سلطان شمس الدین التمش کو حق گوئی اور سچ بات کی تلقین کرنے والے علماء ومشائخ کا طرزِ عمل آج حکمرانوں کے حاشیہ نشین اُن علماء ومشائخ کے لئے بہت بڑا لمحۂ فکریہ ہے جو صداقت وشجاعت کی دولت سے محروم یا مال وجاہ کی حرص وہوس میں مبتلا ہیں۔

سلطان شمس الدین کا تقویٰ وطہارت آج کے ان حکمرانوں کے لئے بڑا چیلنج ہے جو فرض نمازوں تک کے اہتمام سے عاری ومحروم ہیں، شمس الدین التمش کی وہ قائدانہ وامامانہ شخصیت آج کے ان حکمرانوں کے سروں پر لٹکی ہوئی تلوار ہے جو ملک وملت کا دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں سودا کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ سلطان شمس الدین کی ایمانی پاکیزہ زندگی اُن حکمرانوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے جو نمازِ جنازہ پڑھنے

کے طریقہ تک سے بے بہرہ ہیں۔

شیر شاہ سوری کے زندہ وتابندہ اور درخشندہ کارنامے آج کے غافل حکمرانوں کو منہ چڑا کر کہہ رہے ہیں کہ تمہاری غیرتِ ایمانی اوروقت کی قدردانی کے جذبات کہاں دفن ہوگئے ،ان اسلام کے بہادر سپوتوں کی راتوں کی عبادت عیاشیوں اورفحاشیوں میں پڑے ہوئے حکمرانوں کی ہنسی اڑارہی ہے ۔شیر شاہ سوری کا دسترخوان آج اہلِ حق علما ومشائخ سے سنسان اورخالی پڑا ہے اوران حکمرانوں کے ظہرانوں اورعشائیوں کے لئے عبرت کا نمونہ ہے جن پر بے راہ روی اورکج روی کے گہرے بادلوں کی تاریکی اورظلمت چھائی ہوئی ہے ۔شیر شاہ سوری کا علم وفضل مغرب زدہ حکمرانوں کو یہ سبق دے رہا ہے کہ جس علم وفضل کے ذریعہ سے ایک حکمران انسان دنیا وآخرت کی منزلیں طے کرکے ترقی پر پہنچتا ہے آج اس کو دقیانوسی اور بنیاد پرستی وانتہاپسندی کے طعنوں سے کس لئے نوازا جارہا ہے۔

پیشہ ور بھکاریوں کی مدد کرنا

اس وقت مانگنے،کھانے کا پیشہ معاشرے میں بہت قبولیت اختیار کرگیا ہے،اوراس کو پیسہ کمانے کا ایک آسان ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے،اس پیشہ کی خاطر قصداً وعمداً بچوں کو معذور بنادینے کو بہت بڑا ہنراور فن سمجھا جانے لگا ہے،مانگنے کے ایسے نئے رنگ وڈھنگ چل گئے ہیں کہ جن کی طرف لوگوں کی توجہ بھی نہیں جاتی ، پیشہ ور بھکاری آج کے معاشرے میں درحقیقت لکھ پتی اورکروڑ پتی ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو فقیر اورغریب ظاہر کرتے ہیں ،اورعموماً ایسا ہوتا ہے کہ ان پیشہ ور سائلوں اور بھکاریوں کی مدد کرنے والا خودان سے زیادہ مستحق اورضرورت مند ہوتا ہے۔ایسے پیشہ ورسائلوں کو صدقات وخیرات کے نام سے دینا دراصل اپنے قیمتی مال کو ضائع کرنا اورثواب کے بجائے ان پیسوں کے عوض گناہوں کوخریدنا ہے،کیونکہ مانگنے کو پیشہ بنانا کبیرہ گناہ اورحرام ہے اور یہ پیشہ تعاون کرنے والوں کی بیساکھیوں پر ہی سہارا لے کر چلتا ہے۔افسوس ہے کہ لوگ خود تحقیق کرنے کےاور اپنے اردگرد کے ماحول میں سفید پوش مستحق غریبوں کو تلاش کرنے کے بجائے اپنی خیرات و صدقات کو پیشہ ور بھکاریوں اورسائلوں کی بھینٹ چڑھا کراس پیشہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور روزمرہ تھوڑا تھوڑا کرکے لاکھوں روپے اس غلط مصرف کی نظر کرکے اصل مستحقین کومحروم کرتے ہیں

مقالات و مضامین محمد یونس

رشوت اور اُس کی مروّجہ صورتیں

(قسط ۳)

ہمارے ملک میں رشوت بہت زیادہ عام ہے خاص کر سرکاری محکموں میں شاید ہی کوئی شعبہ ایسا ہوگا جہاں رشوت کا لین دین نہ ہورہا ہو، انکم ٹیکس کا محکمہ ہو یا پراپرٹی ٹیکس کا، عدالت، کچہری کا معاملہ ہو یا پولیس تھانے کا، سوئی گیس کا دفتر ہو یا واپڈا کا، ریلوے کا شعبہ ہو یا کسٹم کا، ہر محکمے اور شعبے میں رشوت کا زہر پوری طرح سرایت کر چکا ہے اور اس کی وجہ سے ہر محکمے کا نظام کھوکھلا ہو چکا ہے۔ کسی سرکاری یا نیم سرکاری دفتر میں کوئی غریب ایسے ضروری اور جائز کام کی غرض سے چلا جائے جس کی انجام دہی کے لئے لاکھوں روپے خرچ کر کے وہ شعبہ اور دفتر قائم ہوا ہے اور خود وہاں کے ملازمین بھی اس کام کے عوض تنخواہ حاصل کر رہے ہیں لیکن جب تک رشوت سے پیٹ نہ بھر لیں اس وقت تک اس غریب کو طرح طرح سے پریشان کیا جاتا ہے، وقت ضائع کیا جاتا ہے، آمدورفت کے اخراجات کرائے جاتے ہیں اور کئی کئی چکر لگوا کر اس غریب کی وہ گت بنائی جاتی ہے کہ الامان، الحفیظ۔ کئی طرح کے قانونی حوالے دے کر کام کو ردی کی ٹوکری اور پینڈنگ میں ڈال دیا جاتا ہے اور اگر کسی شکل میں رشوت حاصل ہو جائے تو پھر سارے ضابطے اور قوانین دھرے رہ جاتے ہیں اور مہینوں میں نہ ہوتا ہوا نظر آنے والا کام گھنٹوں میں ہو جاتا ہے۔

مروجہ رشوت کے چند نمونے

✪......مختلف چیزوں کی تفتیش کے لئے حکومت کی طرف سے کچھ افراد مقرر ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ موقع پر جا کر اصل صورتحال کا جائزہ لیں اور اس کے مطابق رپورٹ تیار کر کے متعلقہ محکمہ کو پیش کریں اور اسی خدمت کے صلہ میں ان کو متعلقہ محکمے سے تنخواہ دی جاتی ہے لیکن یہ ملازمین اس وقت تک صحیح صحیح اور حقیقت کے مطابق رپورٹ تیار نہیں کرتے جب تک ان کو رشوت نہ مل جائے چنانچہ انکم ٹیکس کا معاملہ ہو یا پراپرٹی ٹیکس کا یا کسی عمارت کے نقشے اور تعمیر کی منظوری کا جب تک متعلقہ افسران اور انسپکٹرز رشوت سے اپنی جیبیں نہیں بھر لیتے اس وقت تک اصل حقیقت سے بھی بڑھ کر غلط رپورٹ تیار کرنے سے

بھی باز نہیں آتے ۔ اور چوری وسینہ زوری کا مصداق بن کر دوسرے کو رشوت دینے پر مجبور کرتے ہیں اور جب ان کو رشوت کی شکل میں اپنی خوراک مل جاتی ہے تو پھر رشوت دہندہ کی من پسند کے مطابق رپورٹ تیار کر دیتے ہیں اس طرح یہ لوگ جہاں ایک طرف اپنی دنیا و آخرت تباہ کرتے ہیں دوسری طرف ملک کے اجتماعی خزانے کے ناجائز استعمال کے بھی مجرم بنتے ہیں۔

✪......بعض ملازمین کی ذمہ داریوں میں یہ چیز داخل ہوتی ہے کہ وہ لیبارٹری میں اصلی وجعلی ادویات، اشیاء خوردنی یا دیگر چیزوں کے بارے میں تشخیص کر کے متعلقہ محکمہ کو رپورٹ پیش کریں، یہ بھی رشوت لئے بغیر صحیح رپورٹ تیار نہیں کرتے ۔ اگر رشوت نہ دی جائے تو بعض اوقات اصلی چیزوں کے نقلی ہونیکی رپورٹ پیش کرنے سے بھی نہیں چونکتے اور اگر رشوت کی گھٹی ان کے منہ میں ڈال دی جائے تو پھر ان کو جعلی اشیاء بھی اصلی معلوم ہونے لگتی ہیں۔

ے جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا نام جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

✪......محکمہ پولیس والوں کی عموماً یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں امن وامان قائم رکھنے کی کوشش کریں اور جہاں کہیں عوام کو کوئی شکایت ہو اس کی تحقیق وتفتیش کر کے مجرموں کو گرفتار کریں لیکن دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کہیں کوئی حادثہ پیش آجائے خواہ قتل سے متعلق ہو یا چوری سے، ڈاکے سے متعلق ہو یا اغوا سے لیکن پولیس کے شعبے والے اس قضیے (اور کیس) کو قانونی طریقے پر اس وقت تک آگے نہیں بڑھاتے جب تک کہ رشوت کی خوراک نہ مل جائے اور عموماً مجرمین پولیس والوں کے ساتھ ملی بھگت کر کے رشوت دے کر ہی گرفتاری سے محفوظ رہتے ہیں اور مظلوم کو حادثہ کی پریشانی کے علاوہ تھانہ کچہری کے چکروں میں پڑ کر آنے جانے پر صرف ہونے والے وقت وپیسے کی الگ پریشانی اٹھانی پڑتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مظلوم شخص (سوائے اثر ورسوخ یا زیادہ مالدار شخص کے) اپنے اوپر بیتنے والے حادثے پر ہی صبر شکر کر کے بیٹھ جاتا ہے اور تھانے میں رپورٹ درج کرانے کے بارے میں سوچتا ہی نہیں۔

✪......ٹریفک پولیس والے اس بات کے قانوناً پابند ہیں کہ ٹریفک کے نظام کو قانون کے دائرے میں رکھوانے کے لئے اپنا اثر ورسوخ اور خدمات استعمال کریں اور قانون شکنی کرنے والے افراد کے خلاف قانونی کارروائی کریں۔ لیکن مشاہدہ ہے کہ اکثر ایسی گاڑیوں کا کوئی چالان نہیں ہوتا جن کی وجہ سے ٹریفک کا نظام کئی کئی گھنٹے معطل رہتا ہے جس کے نتیجے میں دفتروں کے ملازمین، سکولوں کے طلبہ اور دیگر افراد

اپنے اپنے کام پر بروقت نہیں پہنچ سکتے کیونکہ ان گاڑیوں کے مالکان کی طرف سے پولیس کو منتھلی (ماہانہ رشوت) ملتی ہے اوراس کے برعکس کئی اصول پسند شہریوں کے تمام کاغذات مکمل ہونے کے باوجود ان کا چالان کردیا جاتا ہے کیونکہ ان کی طرف سے رشوت پیش نہیں کی جاتی۔

✪......عدالتوں میں بعض جج اور بعض وکلاء ایسے ہیں جن کو مقدمے کے فریقین میں سے جوفرد بھی مطلوبہ شکل میں رشوت پیش کردے تو وہ کسی بھی طرح کھینچ تان کر فیصلہ اس کے حق میں کردیتے ہیں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق پر اور خواہ اس فیصلے کو قانون وآئین کے مطابق ظاہر کرنے کے لئے کتنی ہی دور دراز کی تاویل کا سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔

✪......عدالت کے بعض وکلاء فریقِ مقابل سے رشوت لے کر اپنے مؤکل (جس سے وکالت کی فیس بھی حاصل کر چکے ہیں) کے خلاف کوئی خفیہ اقدام کرکے دوسرے کے حق میں ناحق فیصلہ کروانے کے لئے آلۂ کار بن جاتے ہیں اوراپنے مؤکل کے ساتھ خیانت اور غداری جیسے گھناؤنے جرم کاارتکاب کرتے ہیں

✪...... بیرون ملک سے سامان لاتے ہوئے ائیر پورٹ پر کسٹم کے عملہ سے سابقہ پڑتا ہے اگران کورشوت کی گھٹی مل جائے تو پھر غیرقانونی سامان لانے میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جاتی۔بصورت دیگر قانونی سامان کی نقل وحمل بھی غیرقانونی بن جاتی ہے۔

یہ تو چند ایک مثالیں تھیں ورنہ زندگی کے ہرشعبے میں قریب قریب یہی صورتحال بنی ہوئی ہے۔

رشوت کی چند مروّجہ شکلیں

✪......رشوت کے لین دین کی سب سے زیادہ عام شکل نقدی کا پیش کرنا ہے یہ شکل عام طور پر کم درجے کے ملازمین مثلاً کلرک، پٹواری، سپاہی، لائن مین، ڈسپنسر، اہلکار وغیرہ کے ساتھ کام متعلق ہونے پر پیش آتی ہے اوراس کا عمومی طریقہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی درخواستوں کے ساتھ ہی کچھ رقم خدمت، یا خرچہ، یاچائے پانی کے عنوان سے پیش کردیتے ہیں جس کی بنیاد پر درخواست کے تمام ضروری تقاضے (Requirements) مکمل کرکے افسرانِ بالا سے اس کو منظور کرالیتے ہیں اورگر رشوت کے یہ چند ٹکے پیش نہ کئے جائیں تو مختلف حیلے بہانے (Objections) کرکے اور نقائص اور کمزوریاں گنوا کر چکر پہ چکر لگواتے رہتے ہیں اور درخواست دہندہ کوناکوں چنے چبوانے پر مجبور کردیتے ہیں اوراپنی ذمہ داری

کوادا نہیں کرتے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

میں نے جب رشوت نہ دی ، فائل مری   فائلوں کے ڈھیر میں گلنے لگی
سو کا بابو کو تھمایا نوٹ جب   پھر وہ راکٹ کی طرح چلنے لگی

(نیاز سواتی)

✪......رشوت کی ایک شکل یہ رائج ہے کہ نقدی کے بجائے دیگر اشیاء تحفہ کے عنوان سے پیش کی جاتی ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ قیمتی تحائف سے متأثر ہوکر متعلقہ ذمہ دار شخص اس کا کام (خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز) کردے اس طرح کی رشوت عام طور پر افسران بالا کو ان کے ماتحتوں کے واسطے سے پہنچائی جاتی ہے مثلاً جج وغیرہ کو مٹھائی کا ڈبہ، پھلوں کی ٹوکری، کپڑوں، جوتوں کا جوڑا اس لئے پیش کرنا کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کردے یا کسی وزیر اور اعلیٰ افسر کو ٹی وی، فریج یا کوئی اور قیمتی چیز تحفہ کے عنوان سے اس لئے پیش کرنا کہ وہ اس کا فلاں کام کردے اس طرح کے سب تحائف وغیرہ شرعاً رشوت میں داخل ہیں جن کا لینا دینا ناجائز ہے ایک حدیث شریف میں ہے کہ عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو رشوت کو ہدیہ کے نام سے اپنے لئے حلال کرلیں گے (بحوالہ روح المعانی ج۶ ص۱۴۰)

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ رشوت کبھی ہدیہ کی صورت میں ہوتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف کسی چیز کا نام بدل دینے سے حرام چیز حلال نہیں ہوتی کیونکہ شریعت میں کسی چیز کے صرف ظاہری نام پر حلال وحرام کا حکم نہیں لگتا بلکہ اس کی حقیقت پر حکم لگتا ہے اور جب تک وہ حقیقت موجود رہے گی یہ حکم بھی برقرار رہے گا۔

✪......رشوت کی ایک شکل یہ ہے کہ متعلقہ افسر یا ملازم کا کوئی ذاتی کام اس شرط پر کرنا کہ وہ اس کا متعلقہ (جائز وناجائز) کام کردے مثلاً کسی ملازم یا افسر کے ذمے عوام کے جو کام محکمے کی طرف سے لگے ہوئے ہیں ان کاموں کو اس وقت تک روکے رکھنا جب تک متعلقہ شخص سے اپنا کوئی کام نہ کرالیا جائے یا کوئی مفاد حاصل نہ کرلیا جائے شرعاً یہ بھی رشوت میں داخل ہے اور یہ صورت ہمارے دفتری نظام میں آج کل عموماً چل رہی ہے۔

✪......رشوت کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنے ماتحت عملے سے اپنی فرمائشیں پوری کرانا اور کسی ماتحت کی طرف سے اگر اس میں کوتاہی ہو تو اس کی وہ مراعات وسہولیات روک لینا جن کا وہ سرکاری ڈیوٹی پوری

ادا کرنے کی وجہ سے محکمے کے قانون کی رو سے حقدار ہو چکا ہے۔ یہ رشوت لینا ہے اور ماتحت افراد کا افسران بالا کی فرمائشوں اوران کے ذاتی کاموں کواس غرض سے پورا کرتے رہنا تا کہ وہ ان کی غیر قانونی حرکتوں کا نوٹس نہ لیں یاان کی سالانہ رپورٹ صاف (اورکلیئر کرکے) پیش کردیں شرعاً یہ رشوت ہے

✪......کسی سیاسی یا غیر سیاسی تنظیم (پارٹی) کا اپنے کارکنوں کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھنے کے لئے یا الیکشن (انتخابات) کے دنوں میں ووٹوں کے حصول کے لئے قانونی یا غیر قانونی ذرائع سے نوازنا بھی شرعاً رشوت میں داخل ہے مثلاً اپنے کارکنوں یا ووٹروں کو غیر قانونی طور پر بسوں، ویگنوں، ٹرکوں کے روٹ پرمٹ جاری کروانا یا مختلف محکموں کی طرف سے منافع بخش ٹھیکے دلوادینا، یا نااہلوں کو سرکاری دفتروں میں بھرتی کروادینا وغیرہ۔

✪...... یونیورسٹی یا بورڈ کے امتحانات میں امتحان لینے والے حضرات کو اس لئے عمدہ عمدہ کھانے کھلانا تا کہ وہ طلبہ کو نقل کرنے دیں یہ بھی رشوت ہے جو معاشرے میں بہت عام ہے۔

✪......بعض محکموں میں خوبصورت لڑکیوں کو صرف اس لئے ملازم رکھا جاتا ہے تا کہ ان کے حسن وجمال سے متأثر ہو کر لوگ ان کے محکمے کی طرف متوجہ ہوں یہ بھی رشوت ہی کی ایک صورت ہے جیسا کہ بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کی مشہوری (Advertisement) کے لئے خوبصورت لڑکیوں کو بھاری معاوضہ ادا کر کے ان کی تصاویر کا انتخاب کرتی ہیں۔

یہ چند نمونے اور مثالیں پیش کی گئی ہیں ان کی روشنی میں دیگر صورتوں کا خود جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

بے شرمی کی انتہاء

عموماً گرمیوں کے موسم میں گرمی کا بہانہ کر کے بہت سے نوجوان نیم شرٹ اور نیکر پہن کر گھٹنے کھلے ہونے کی حالت میں گلی محلوں میں پھرتے نظر آتے ہیں۔ مرد کے ستر کا حصہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اور اس کا عام حالات میں بھی پردہ ہے اور اس کی خلاف ورزی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، شریعت اور صحیح عقل دونوں اس حصے کے پردہ کا تقاضا کرتی ہیں، مگر آج کل حیاء اور غیرت خاص طور پر نوجوانوں سے نکلتی جارہی ہے، پہلے زمانے میں اس طرح ستر کھول کر گھر میں رہنے کی شاید کسی کو جرأت ہوتی ہو مگر اب بازاروں، گلی محلوں، تقریبوں اور یہاں تک کہ مسجدوں میں بھی اسی حال میں بے دھڑک آمدورفت جاری ہے، اللہ تعالیٰ بے شرمی اور بے حیائی سے حفاظت فرمائیں

مقالات ومضامین

ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیح الامت (قسط ۱)

(بنام حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب)

بزرگانِ دین اور خاص کر مصلحین ومشائخ عظام سے اصلاحی تعلق کی اہمیت وضرورت ہر دور میں سمجھی جاتی رہی اور اس پر بحسن وخوبی عمل ہوتا رہا ہے، مگر آج کے دور میں یہ شعبہ کافی حد تک سست اور ماند پڑ گیا ہے، مشائخ و مصلحین کی ہدایات ونصائح اور مختلف حالات ومواقع کے لحاظ سے ان کے تجویز کردہ نسخے اندھیرے اور تاریکی میں روشنی کا کام دیتے ہیں۔ حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم اس وقت ان چند گنی چنی ہستیوں میں سے ہیں جو اکابر واسلاف کی نشانی اور زندہ نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حکیم الامت کی نظرِ کرم کی بدولت ابتداہی سے بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی صحبت وتربیت اور مجالست ومکاتبت سے فیض اٹھانے کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی آپ کی وہ مکاتبت ہے جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی۔ مفتی محمد رضوان صاحب نے ان مکتوباتِ منتشرہ کو سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جو حاضرین کے استفادہ کے لئے قسط وار پیشِ خدمت کئے جا رہے ہیں۔

یاد رہے کہ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۱) (مؤرخہ ۲۸/رجب ۱۴۰۸ھ ۱۸/۳/۸۸ء)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس جناب مولانا مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ارشاد: مکرم زید مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض: کافی عرصہ سے حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال نہیں کرسکا اپنی اس کوتاہی پر ندامت اور رنج ہے کہ یہ درمیانی وقفہ ضائع ہوگیا، کیونکہ احقر کے خط نہ پہنچنے کی وجہ سے حضرت کی توجہ اور دعا سے محروم رہا، حضرت معاف فرمائیں اور دعا کریں کہ جو معمول میں نے مکاتبت کا شروع کیا ہے وہ قائم رہے اور

میرے اصلاحی تعلق کا یہ سلسلہ تا دمِ آخر چلتا رہے۔

ارشاد: یہ آپ کی بحسنِ ظن بحسنِ عقیدت احقر کے ساتھ ذرہ نوازی، اللہ تعالیٰ احقر کو صحیح صحیح خدمت بحق شریعت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ تصوف بھی شریعت ہی ہے۔

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت کا سایۂ عاطفت وشفقت بصحت وعافیت تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ اس مخلصانہ محبت کا صلہ صلاح وفلاح دارین عطا فرمائیں۔

عرض: گزشتہ دو تین ماہ کے عرصہ میں جلال آباد سے کئی حضرات کراچی تشریف لائے تھے، حضرت کے بعض اعزّہ سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ ایک صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ حضرت کا افریقہ کا سفر ہونے والا تھا، واللہ اعلم۔

ارشاد: یہ خبریں خلافِ قرینہ اقویہ ہوتی رہتی ہیں علالت وضعف مانع رہا۔

عرض: حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ اور نااہل کو دین کی خدمت کی توفیق دیں۔

ارشاد: یہ توصیف فنائے باطنی کا ظہور۔ فنائیت مبارک ہو۔

عرض: میرے گھر سے سلام عرض کرتی ہیں۔ اپنے حسنِ خاتمہ اور صحت کی دعا چاہتی ہیں۔

ارشاد: بندہ کا سلام، اللہ تعالیٰ تاحیات ایمان باعزت وعافیت قائم رکھیں۔ صحت یابی عطا فرمائیں۔

عرض: احقر بھی دعا کی درخواست کرتا ہے...... خادم محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ ہر قسم کی خیر وبرکت ظاہری وباطنی سے نوازیں۔

مکان، دوکان کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈالنا

آج کل بعض لوگ مکان، دوکان کی تعمیر کے وقت بنیادوں میں بکرا ذبح کرکے اس کا خون ڈالتے ہیں۔ اس رسم کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ رسم ہندوؤں سے مسلمانوں میں منتقل ہوئی ہے، ہندو قوم اپنے دیوی دیوتاؤں کے نام پر ایسے موقعوں پر جانور ذبح کرکے اس کا خون ڈالتے ہیں، اس لئے یہ بہت بری رسم ہے، مسلمانوں کا اس رسم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، اسلام میں صدقہ کی ترغیب آئی ہے اور صدقہ پیسوں کی شکل میں کرنا زیادہ فائدہ مند ہے، خاموشی کے ساتھ غریبوں کا تعاون کردیا جائے تو بہت اجر وثواب کا مستحق ہو، اور بلائیں اور آفتیں بھی دور ہوجائیں، اس کے بجائے مروجہ رسم کرکے بکرے کا خون ڈالنا ثواب کے بجائے گناہ اور بے جا پیسوں کا ضیاع ہے۔

مقالات ومضامین انتخاب: ابوعفان

تعلیماتِ حکیم الامت

(بہشتی زیور کے مسئلہ پر اعتراض اوراس کا جواب)

فرمایا: میں دیوبند سے سہارنپور جانے کا ارادہ کررہا تھا۔ دیوبند ہی میں مجھ کوایک خط ملا، جس میں بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر اعتراض تھا کہ ''مرد مشرق میں، عورت مغرب میں، اوران کا نکاح ہوجائے، اس کے بعد بچہ ہوجائے تو نسب ثابت ہوگا'' (اور یہ بچہ شرعاً حلالی اوران دونوں مرد وعورت کا ہی کہلائے گا) جب میں سہارنپور پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بازاروں میں یہ اعتراض بیان کرتا پھرتا ہے، اور مجھ سے ایک دن پہلے مولانا خلیل احمد صاحب (سہارنپوری) کے پاس بھی آیا تھا، اور مولانا کے دو گھنٹے خراب کئے (مگر) پھر بھی نہیں مانا۔ جب میں سہارنپور پہنچا تو وہ صاحب بغل میں بہشتی زیور دبائے ہوئے آئے، میں نے کہا فرمایئے۔ اس نے بہشتی زیور کھول کر سامنے رکھ دیا اور کہا اس کو ملاحظہ فرمایئے، میں نے کہا اس کو میں نے چھپنے (اور شائع ہونے) سے پہلے ملاحظہ کرلیا تھا، بعد میں ملاحظہ کی حاجت (اور ضرورت) نہیں کہا کہ اس مسئلہ کی بابت کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا یہ بتلاؤ کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا۔ یا اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی، کہا مسئلہ تو سمجھ میں آ گیا، وجہ سمجھ نہیں آئی۔ میں نے کہا آپ کو کچھ مسائل اور بھی معلوم ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ میں نے کہا آپ کو سب کی وجہ معلوم ہے؟ کہا، نہیں۔ میں نے کہا بس اس کو بھی ایسے ہی (وجہ معلوم نہ ہونے والے) مسائل کی فہرست میں داخل سمجھ لیجئے۔

اگر وہ کہتا کہ سب (مسائل) کی وجہ معلوم ہے تو میں کہتا کہ میں سننا چاہتا ہوں، پھر ایک ایک (وجہ) کو پوچھتا، بس وہ شخص بالکل خاموش ہوگیا کہ اب کیا کروں مولانا خلیل احمد صاحب (سہارنپوری) نے خوش ہوکر فرمایا کہ ''تم نے دو گھنٹہ کا جھگڑا اس قدر جلد ختم کردیا'' (تحفۃ العلماء ج۲ص۶۰۱ بحوالہ کلمۃ الحق، دعوات عبدیت ج۸)

فرمایا: یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ملا (مولوی) بیوقوف ہوتے ہیں، جیسے ہم چاہیں گے، ویسے ان سے کام لیں گے، یہ نہیں سمجھتے کہ علماء اخلاق کی وجہ سے ترکی بترکی (اور ٹکے سے) جواب نہیں دیتے (مگر لوگوں کی) چالوں کو خوب جانتے ہیں، علماء کو چاہئے کہ ایسی ڈھیل نہ چھوڑیں (ورنہ) لوگوں کو (دین کے معاملہ میں) بڑی جرأت ہوتی چلی جاتی ہے (ایضاً ص۶۰۲)

Idara Ghufran

مقالات و مضامین طارق محمود

بے جا طلاق کے نقصانات

(قسط ۱)

آج کل طلاق کے معاملے میں بہت زیادہ بے راہ روی سامنے آرہی ہے جس میں سب سے پہلی غلطی تو یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے طلاق کو کھیل تماشہ اور گالی گلوچ کی طرح غصہ کی بھڑاس نکالنے کا ایک وتیرہ بنالیا ہے۔ جہاں میاں بیوی کے درمیان معمولی درجہ کا اختلاف ہوا اور شوہر کو غصہ آیا فوراً طلاق کے الفاظ زبان سے نکال دیئے حالانکہ طلاق ازدواجی رشتہ کو ختم کرنے کے لئے ایک انتہائی درجہ کا قدم ہے۔ جس کے نتائج خاندان، اولاد اور فریقین پر بڑے سنگین ہوتے ہیں، طلاق سے صرف دو افراد متاثر نہیں ہوتے بلکہ خاندان تک اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ طویل دشمنیاں اس کے نتیجے میں پیدا ہو جاتی ہیں اولاد کی تربیت کا نظام خراب ہو جاتا ہے۔ اور پھر نہ جانے بغض وعداوت کا یہ سلسلہ کہاں تک چلتا رہتا ہے

شریعت نے جس طرح نکاح اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح اگر میاں بیوی میں نکاح کے بعد جدائی ناگزیر ہو اور اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو شریعت نے طلاق دینے کا بھی ایک عمدہ ضابطہ مقرر کیا ہے اس پر اگر انسان عمل کرے تو شرمندگی اور ندامت اور بغض وعداوت اور دیگر پیدا شدہ فتنوں سے بھی حفاظت رہے۔

ایک طرف تو میاں بیوی کو اسلام میں ایسی ہدایات دی گئی ہیں کہ ان پر اگر عمل کیا جائے تو میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والے اکثر تنازعات اسی سے حل ہو جائیں اور طلاق کی نوبت ہی نہ آئے۔

اور دوسری طرف طلاق سے بچنے کے لئے شریعت نے جو ہدایات دی ہیں ان میں سب سے پہلے طلاق کو ناپسندیدہ اور مبغوض عمل قرار دے کر اس سے نفرت دلائی گئی اور پھر یہ ہدایت دی گئی کہ اگر عورت کی کوئی بات ناپسند ہے تو عورت کی اچھی باتوں کی طرف بھی دھیان دینا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی انسان بے عیب نہیں ہوا کرتا، اچھائیوں کے ساتھ ساتھ برائیاں اور کمزوریاں بھی کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہوا کرتی ہیں، بے عیب اور نقائص اور کمزوریوں سے پاک تو اللہ تعالیٰ ہی کی پاک ذات ہے، لہٰذا بیوی کے کسی عیب کی وجہ سے اس کی اچھائیوں سے نظر ہٹا لینا کہاں کا انصاف ہے، پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ بے شمار عیب

Iqra Ghufran

اور کمزوریاں تو خود شوہر میں بھی ہوتی ہیں کیا کبھی اپنے بارے میں یہی تصور قائم کیا ہے۔ جو بیوی کے عیب کی وجہ سے اس کے بارے میں قائم کیا جارہا ہے، پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ جس چیز کو برا سمجھا جارہا ہے وہ حقیقت میں بری بھی ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی بات کو گراں سمجھو اور واقع میں وہ تمہارے حق میں خیر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی کام کو مرغوب سمجھو اور واقع میں وہ تمہارے حق میں خرابی کا باعث ہو (سورہ بقرہ آیت ۲۱۶)

میاں بیوی کے لئے سب سے اہم ہدایت یہ ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام کریں، دوسرے کے حقوق پورا کرنے کے بجائے دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کئے جاتے رہنے سے اختلاف وانتشار اور نزاع کی فضا پیدا ہوا کرتی ہے، اگر ہر شخص دوسرے کے حقوق پورے کرے تو کسی کو بھی کسی سے شکایت نہ رہے۔ لہٰذا بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر اور دیگر اہلِ خانہ کے حقوق پورے کرے اور شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے حقوق کا لحاظ کرے، جب انسان کو اپنے حقوق ملتے ہیں تو وہ سرکشی سے عموماً باز آجاتا ہے، لیکن یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جن چیزوں کا نام ہم نے اپنے معاشرے اور رواج میں حقوق رکھا ہوا ہے آیا وہ شرعاً بھی حقوق کے صحیح مفہوم میں داخل ہیں یا نہیں؟ لہٰذا ہر بات کو اپنا حق سمجھنا بھی غلط ہے۔ اس سلسلے میں ضرورت ہے کہ دوسروں کے شرعی حقوق کا علم حاصل کیا جائے اور پھر ان کی ادائیگی کا اہتمام شروع کیا جائے۔

اور اگر کسی کی بیوی واقعی نافرمان ہو اور شوہر کے حقوق ادا نہ کرتی ہو تو اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تین طریقے ذکر فرمائیں ہیں (۱) شوہر نرمی کے ساتھ بیوی کو سمجھائے اور اس کو جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کرے اگر اس سے کام چل جائے تو معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا (۲) اگر بیوی کی پہلے طریقہ سے اصلاح نہ ہو تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے بیوی کا بستر علیٰحدہ کردے اور اس سے علیٰحدہ سوئے یہ ایک معمولی سزا اور بہت اچھی تنبیہ ہے (۳) اور اگر وہ اس شریفانہ سزا سے بھی باز نہ آئے تو تیسرے درجہ میں شریعت نے شوہر کو معمولی مار کی بھی اجازت دی ہے اور اس کی حد یہ ہے کہ بیوی کے بدن پر مار کا اثر اور زخم نہ ہو، ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے اور منہ یا کسی نازک حصہ پر نہ مارے، یاد رہے کہ اس درجہ کی زیادہ سے زیادہ اجازت ہے۔ مگر حضور ﷺ نے اس تیسرے درجے کی سزا

کے استعمال کو پسند نہیں فرمایا اور اس کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی، اس لئے اس درجے سے بچنا ہی بہتر ہے اگر ان طریقوں سے اصلاح ہوگئی اور صلح صفائی ہوگئی تو معاملہ حل اور مقصد حاصل ہوگیا۔ اس لئے اب شوہر کو بھی چاہئے کہ اس بات کو ختم کردے اور بال کی کھال نہ اتارے اور اپنی ہر جائز و ناجائز بات منوانے پر اصرار نہ کرے۔ چشم پوشی اور درگزر سے کام لے اور حتی الامکان نباہ کی کوشش کرے۔

مذکورہ بالا طریقے تو ایسے تھے کہ ان پر عمل کرنے سے گھر کی بات گھر میں رہ جاتی ہے اور گھر سے باہر نکلنے سے پہلے ختم ہوجاتی ہے، لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جھگڑا ختم نہیں ہوتا بلکہ لمبا ہوجاتا ہے، اس کی وجہ بیوی کی طبیعت میں نافرمانی اور سرکشی ہو یا اس کی وجہ شوہر کا قصور اور بے جا زیادتی اور سختی ہو، ایسی صورت میں قرآن مجید نے اس فساد کو دور کرنے کے لئے اور صلح وصفائی کے لئے ایک بہت اچھا طریقہ بتلایا ہے کہ فوراً علیحدگی کے بجائے میاں بیوی کے خاندان والے ایک ایک شخص کو ثالث (صلح کرنے والے) مقرر کریں، ایک شوہر کی طرف سے اور دوسرا بیوی کی طرف سے اور دونوں علم والے، دیانت دار اور نیک نیت ہوں اور دونوں کے ہمدرد ہو، دل سے چاہتے ہوں کہ ان میں صلح ہوجائے پھر وہ حضرات صلح وصفائی کی پوری کوشش کریں جب ایسے افراد دونوں میاں بیوی کے درمیان اخلاص کے ساتھ صلح وصفائی کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی مدد انشاء اللہ تعالیٰ شامل حال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اگر یہ دونوں (میاں بیوی) نیک نیتی کے ساتھ اصلاح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اتفاق واتحاد اور محبت پیدا فرمادیں گے (معارف القرآن بتغیر)

اگر خدانخواستہ کسی موقعہ پر ان تمام کوششوں کے نتیجے میں صحیح نتائج برآمد نہ ہوں اور کسی طریقہ سے اتفاق ہوتا ہوا نظر نہ آئے اور ثالثین کی کوششیں بھی کارآمد نہ ہوں اور ازدواجی زندگی سے مطلوبہ فوائد حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا آپس میں مل کر رہنا مصیبت بن جائے، ایسے حالات میں دونوں فریقوں (میاں، بیوی) کے لئے خوب غور وفکر، مشاورت اور استخارہ کے بعد ازدواجی تعلق کو ختم کردینا ہی دونوں کے لئے راحت اور سلامتی کا باعث ہوتا ہے۔

ایسے آخری اور انتہائی حالات میں بھی شریعت نے طلاق کے لئے ایسا ضابطہ اور نظام مقرر کیا ہے جس کو اختیار کرنے سے حالات میں بگاڑ پیدا نہیں ہتا اور نباہ کے راستے کھلے رہتے ہیں لہٰذا شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہی طلاق دینی چاہئے (جس کی تفصیل ہم انشاء اللہ اگلی قسط میں ذکر کریں گے)

Idara Ghufran

مقالات و مضامین

انیس احمد

صحابیٔ رسول حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

نہ اتنے طویل القامت...... کہ عام لوگوں کے درمیان اونچے نکلتے محسوس ہوں ......اور نہ اتنے پستہ قد...... کہ دیکھنے والوں کو عجیب معلوم ہوں ......متناسب درمیانہ قد اور گندمی رنگت کا حسین چہرہ، کس قدر بھلا معلوم ہوتا تھا...... پھر اللہ کے رسول سے قلبی و نسبی تعلق بھی تو تھا......قلبی ایسا...... کہ پہلے عظیم معرکۂ حق و باطل ...... بدر...... میں جسم و جان اللہ کے رسول پر قربان کر دیئے ......اور نسبی ایسا کہ ان کے دادا رسول اللہ ﷺ کے پردادا کے چھوٹے بھائی تھے......یعنی ہاشم اور عبدالمطلب دونوں عبد مناف بن قصی کے بیٹے تھے...... ہاشم بڑے اور عبدالمطلب چھوٹے تھے...... ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب بن ہاشم رسول اللہ ﷺ کے دادا تھے جنہوں نے بچپن میں آپ ﷺ کی پرورش فرمائی جبکہ ہاشم کے چھوٹے بھائی عبدالمطلب بن عبد مناف کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا۔ حارث کی بیوی سخیلہ ......خزاعی بن حویرث کی بیٹی تھیں جن کا تعلق بنو ثقیف قبیلے سے تھا۔ حارث بن عبدالمطلب کے تین بیٹے عبیدہ، طفیل اور حصین ہجرت کے وقت مسلمان تھے......اور ان تینوں بھائیوں نے اکٹھے ہجرت کی ......عبیدہ بن حارث جن کا لقب ابو معاویہ تھا اپنے ان دونوں بھائیوں یعنی طفیل اور حصین سے عمر میں بڑے تھے۔ آپ سابقین اولین میں سے تھے یعنی ان لوگوں میں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی ......عبیدہ بن حارث کی عمر تقریباً ۴۸ سال تھی جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا......لوگ ایک ایک کر کے مسلمان ہونے لگے......تقریباً تیرہ صحابہ اسلام قبول کر چکے تھے کہ امتِ مسلمہ کے پانچ روشن ستارے بیک وقت حلقۂ وفا میں داخل ہو گئے ......ان میں حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت عبیدہؓ بن حارث، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد اور حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح شامل ہیں ......مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبیدہ بن حارث کا اسلامی بھائی قرار دیا یہ وہی بلال حبشی ہیں جو غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے اور بعد میں ''مؤذنِ رسول'' کے لقب سے مشہور ہوئے

عبیدہ بن حارث جب اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ایک ایسے صحابی نے ان کا استقبال کیا جو جسیم اور بہادر مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ یہ مجاہد بدر کے معرکے میں بھی

شریک تھے لیکن غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔یعنی ابومحمد حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے مشہور قبیلہ اوس کی ایک شاخ بنو عمرو بن عوف کے حلیف قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے......غرض حضرت عبداللہ بن سلمہ نے حضرت عبیدہ اوران کے دونوں بھائیوں کی خوب لطف ومحبت کے ساتھ میزبانی کی...... یہاں تک کہ رسول اللہ نے انصار ومہاجرین کے درمیان مواخات اور بھائی چارگی کا سلسلہ قائم کیا۔اور حضرت عبیدہ بن حارث کا اسلامی بھائی حضرت عمیر بن حمام کو بنا دیا۔ یہ وہی حضرت عمیر ہیں جنہیں غزوہ بدر میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز حاصل ہے......مدینہ میں رسول ﷺ نے ایک زمین کا قطعہ بھی حضرت عبیدہ کو مرحمت فرمایا جہاں آپ اپنے خاندان کے ساتھ آباد ہو گئے ۔آپ کی اولاد میں معاویہ،عون،منقذ،محمد،ابراہیم،ربطہ،سخیلہ ،خدیجہ اور صفیہ کے نام ملتے ہیں

ہجرت کے آٹھ ماہ بعد ماہ شوال میں ہونے والا اسلامی تاریخ کا دوسرا سریہ (یعنی وہ لشکر جو حضور اقدس ﷺ نے روانہ فرمایا لیکن خود اس میں شامل نہ ہوئے)''سریہ عبیدہ بن حارث'' آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کل ساٹھ مہاجرین کا دستہ تھا جس پر حضرت عبیدہ کو امیر بنایا گیا یوں آپ کو دوسرے اسلامی لشکر کے علمبردار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔اس سریہ کا مقصد قریش کی شام کے ساتھ تجارت کے قافلوں کو روک کر دشمن کو اقتصادی اعتبار سے کمزور کرنا تھا۔جب یہ دستہ رابغ کے مقام کے قریب پہنچا تو ابوسفیان کی زیرامارت دوسو مشرکین کے ایک قافلہ کا سامنا ہوا۔اس سریہ میں صرف چند تیروں کا تبادلہ ہوا اور کوئی خونریزی نہیں ہوئی۔

رمضان ۲ ہجری میں جب غزوہ بدر کا معرکہ پیش آیا تو آپ بھی اپنے محبوب آقا کے جانثاروں میں شامل ان کے ساتھ بدر میں موجود تھے ۔عقبہ جو کفار کے لشکر کا سردار تھا۔اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو ساتھ لے کر آگے بڑھا اور مقابلے کے لئے پکارا ادھر سے رسول اللہ ﷺ نے جو تین مہاجر سرداران کے مقابلے کے لئے بھیجے ان میں ایک رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور تیسرے یہی حضرت عبیدہ بن الحارث تھے۔ایسے میں ان تینوں سرداروں کا جوش جہاد قابل دید تھا یہ تینوں اپنے لشکر سے نکل کر دشمن کی طرف بڑھے ۔

اب دل میں عشق دھمال مچی اب رقص کریں گے دیوانے
بھر دیں گے اشارے پر تیرے ہم اپنے لہو سے پیمانے

اب عشق ومحبت کی جاناں تاریخ نئی ہم لکھ دیں گے
ہم رِندترے، ہم مست ترے آباد ہیں ہم سے میخانے

عتبہ حضرت حمزہ کے مقابلے پر آیا اور مارا گیا۔ عتبہ کا بیٹا ولید، حضرت علی کے مقابلے پر آیا اور مارا گیا۔ عتبہ کا بھائی شیبہ حضرت عبیدہ کے مقابلے پر آیا۔ حضرت عبیدہ جو اصحاب بدر میں عمر میں سب سے بڑے تھے شیبہ کی طرف بڑھے اور اس کا مقابلہ کیا۔ دیر تک دونوں میں کشمکش جاری رہی۔ یہاں تک کہ دونوں زخمی ہوگئے ......شیبہ نے تلوار کا ایک وار آپ کے پاؤں پر کیا جس سے آپ کی پنڈلی کا گوشت کٹ گیا اور پاؤں شہید ہو گیا...... لیکن اس دوران حضرت حمزہ اور حضرت علی اپنے اپنے مقابل دشمن سے فارغ ہو چکے تھے دونوں مل کر شیبہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے جہنم رسید کر دیا۔ پھر حضرت عبیدہ کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے حضرت عبیدہ کا تمام جسم زخموں سے چور تھا لیکن اللہ کے رسول نے ان کی تسلی کے لئے اپنا سر مبارک ان کے زانو پر رکھ دیا......ایسے میں حضرت عبیدہ نے عرض کیا...... یارسول اللہ ......کیا میں شہید نہیں؟؟ ۔

میں جان ودل سے تمہارا ہوں میں تو کہتا ہوں تمہیں قبول ہُوں، تم بھی زبان سے کہہ دو

ارشاد ہوا...... ہاں ......تم نے شہادت پائی ....آپ کے اس جواب پر حضرت عبیدہ کا دل کیف وسرور سے کیسا بھر گیا ہوگا اس کا کچھ اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو محبت کا درد رکھتے ہیں ......حضرت عبیدہ نے پھر عرض کیا ...... یارسول اللہ ......اگر ابوطالب مجھے اس حالت میں دیکھتے ......تو مان جاتے ...... کہ میں ......ان کی نسبت ......ان کے اس شعر کا زیادہ مستحق ہوں......

ونسلمه حتى نصرع حوله ونذهل عن ابنائنا والحلائل

(ہم محمد کی حفاظت کریں گے یہاں تک کہ ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھلا دیئے جائیں) غزوہ ختم ہوا......تو آپ اپنے محبوب آقا کے ساتھ بدر سے واپس آئے لیکن جس شہادت کا اقرار کروا چکے تھے آخر اسے گلے لگا لیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی عمر ۶۳ سال تھی اور آپ کو صفرا کے مقام پر دفن کیا گیا۔ یہ صفرا وہی جگہ ہے جہاں پر بعد میں ایک مرتبہ رسول اللہ اپنے اصحاب کے ساتھ ٹھہرے تو صحابہ نے عرض کیا...... یارسول اللہ ﷺ یہاں مشک کی خوشبو آتی ہے......آپ نے فرمایا...... یہاں ابومعاویہ (عبیدہ بن حارث) کی قبر موجود ہے۔ تمہیں اس پر تعجب کیوں ہے؟؟؟......زہے نصیب محبت قبول ہے جن کی

علم کے مینار محمد امجد

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

بغداد کا مدرسہ نظامیہ اور نظام الملک طوسی

نظام الملک کا نام ابوعلی حسن بن علی تھا اس کا باپ علی طوس کا معمولی زمیندار تھا ۱۴۰۸ھ میں نظام الملک کی ولادت ہوئی، وہ بچپن سے ہی نہایت ذہین اور ہوشیار تھا، سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، اور نوعمری ہی میں فقہ، حدیث، ریاضی سمیت اس وقت کے تمام رائج علوم میں تکمیل حاصل کی، ابتداء میں چند چھوٹی چھوٹی خدمات انجام دیں، مختلف حالات اور مراحل سے گذر کر الپ ارسلان سلجوقی کے دربار میں رسائی حاصل کی، سلطان نے اس کو اپنا کاتب بنالیا، نظام الملک بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کا مالک تھا ،لہٰذا اپنی خداداد صلاحیتوں اور قابلیتوں سے سلطان کے ہاں اتنا رسوخ اور قرب حاصل کیا کہ سلطان نے وزارت کا قلم دان اس کے سپرد کیا، اسوقت سے اس کے عروج کا آغاز ہوا۔

الپ آرسلان کی وفات تک برابر اس منصب پر فائز رہا، اور اپنے وزارت کے زمانے میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے۔ الپ ارسلان کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ بادشاہ ہوا، ملک شاہ کو تاج وتخت ملنے اور مخالفین پر غلبہ پانے میں نظام الملک کی تدبیروں کو خاص دخل ہے، اس کے بدلے میں ملک شاہ نے نظام الملک کو نہ صرف وزارت کا منصب سپرد کیا بلکہ سلطنت کا پورا اختیار بھی اس کو دے دیا، نظام الملک نے اپنی شاندار خدمات اور کارناموں سے ملک شاہی عہد کو سلجوقی حکومت کا روشن اور تابناک دور بنا دیا، نظام الملک اپنے زمانے کا بڑا افاضل تھا، دینی اور دنیاوی دونوں علوم میں پوری قابلیت رکھتا تھا، نظام الملک نے سیاسیات اور قانون مملکت پر ''سیاست نامہ'' کے نام سے کتاب لکھی، وہ نہ صرف اس دور کی نظام مملکت پر بہترین کتابوں میں سے ہے بلکہ آج بھی اس کی حیثیت مسلم ہے، اس کا ترجمہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔

ذاتی فضل وکمال کے ساتھ وہ بڑا علم پرور اور علماء نواز تھا، اس کا دربار علماء اور مشائخ کا مرجع تھا، ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ نظام الملک کی مجلس فقہاء وائمہ اور اصحاب خیر وصلاح سے معمور رہتی تھی، اپنے زمانہ میں اس نے علم وفن کی بڑی خدمت اور تعلیم کی اشاعت کی بڑی کوشش کی، بلخ، نیشاپور، ہرات، اصفہان، بصرہ

،موصل، آمل اور عراق کے تمام شہروں میں مدرسے قائم کئے، جس بستی میں کوئی بڑا عالم موجود تھا وہاں نظام الملک نے ایک مدرسہ اور کتب خانہ قائم کیا، ان میں سب سے بڑا مدرسہ نظامیہ بغداد تھا، جس کی بنیاد ۴۵۷ھ میں رکھی گئی، اسے بڑے اہتمام کے ساتھ تعمیر کرایا گیا، اس مدرسہ کا ماہانہ خرچ اس زمانے میں کئی لاکھ روپے سالانہ تھا، مدرسہ کے ساتھ دارالاقامہ (ہاسٹل) بھی تھا، تمام طلبہ کو وظائف بھی ملتے تھے۔

اس دور کے منتخب، یگانہ روزگار اساتذہ اور علماء درس کے لئے فراہم کئے گئے تھے، امام ابو اسحٰق شیرازی، ابونصر صباغ، ابن الخطیب، ابو الحسن فصیحی، قطب الدین شافعی اور امام غزالی جیسے محققین اور راسخین فی العلم مختلف اوقات میں اس مدرسہ کی تعلیم و تدریس کی مسند پر بیٹھے، نظام الملک اپنی آمدنی کا جو کروڑوں روپے سالانہ تھی دسواں حصہ مدارس کے لئے نکالتا تھا، نظام الملک کی اس توجہ اور دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں مدارس قائم کرنے کا عام ذوق پیدا ہو گیا۔

مدرسہ نظامیہ نے علوم وفنون کے دریا بہائے، پوری دنیائے اسلام کو اپنے فیض سے فیضیاب کیا، نامور محققین، ائمہ فن، یگانہ روزگار و باکمال افراد امت کو عطاء کئے، جن کی علمی، تحقیقی، تصنیفی اور اصلاحی خدمات نے دنیائے اسلام کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، اس کا کچھ اندازہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی انقلابی، اصلاحی اور امام غزالی رحمہ اللہ کی تدریسی، تصنیفی اور امام ابو اسحٰق شیرازی کی تعلیمی خدمات سے ہو سکتا ہے، خاص طور پر امام غزالی اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی جو خدمات ہیں وہ اپنے اندر تجدیدی شان رکھتی ہیں۔

پانچویں چھٹی صدی ہجری میں فلسفہ وغیرہ عقلی علوم کی ایسی گرم بازاری ہوئی کہ پورا عالم اسلام اس رنگ میں رنگتا چلا جا رہا تھا اور یہ عقلی علوم اپنی جلو میں الحاد، زندقہ اور دہریت کا پورا پورا سامان لے کر آئے تھے، عالم اسلام کے بڑے بڑے علمی مراکز اور متمدن شہر فلسفیانہ موشگافیوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے، مرکز خلافت بغداد دنیا بھر کے عقائد و خیالات کا دنگل بنا ہوا تھا، اس زمین پر قدم رکھ کر ہر شخص آزاد ہو جاتا تھا اور وہ جو کچھ چاہتا کہہ سکتا تھا، معتزلی، رافضی، باطنی، مجوسی، زندیق، ملحد اور عیسائی بغداد ہی کے دنگل میں باہم علمی لڑائیاں لڑتے تھے، ذہنی انتشار اور قرآن و حدیث سے اعراض اور عقلی و فلسفیانہ علوم میں انہماک کے اس دور میں ان بزرگوں نے یہ تجدیدی کارنامہ انجام دیا کہ امت کو واپس دین کے صاف وشفاف چشمہ کی طرف لے آئے۔

Iqra Ghufran

یہ تو ایک خاص حوالے سے نظام الملک طوسی کے قائم کئے ہوئے اس چمنستانِ علم مدرسہ نظامیہ کی خدمات کا جائزہ تھا، دیگر تمدنی اور عمرانی علوم میں بھی مدرسہ نظامیہ کے فضلاء جو دنیا کے گوشے گوشے سے آ کر یہاں سیراب ہوتے تھے اور پھر دنیا میں پھیل جاتے اور علم وفن کی آبیاری کرتے اور تہذیب وتمدن کو بام عروج تک پہنچاتے تھے ان کے کارناموں کی تفصیل کے لئے تو ایک دفتر چاہیے۔

اللھم انصرمن نصر دین محمدﷺ واجعلنامنھم واخذل من خذل دین محمدﷺ ولاتجعلنا منھم

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے یہ سب پودا انہی کی لگائی ہوئی ہے

چھپکلی مارنا ثواب ہے

عموماً جنگلوں میں چھپکلی کی طرح کا ایک جانور پایا جاتا ہے جسے ''گرگٹ'' کہتے ہیں یہ اپنے جسم کا رنگ پلٹتا رہتا ہے جس جگہ بیٹھتا ہے اس جیسا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔اور گھروں میں اس کا متبادل جانور اسی کی جنس سے چھپکلی کی شکل میں پایا جاتا ہے، ان دونوں کو ماردینا ثواب ہے۔

بعض لوگ گرگٹ کو مارنا ثواب سمجھتے ہیں لیکن چھپکلی کو مارنا ثواب نہیں سمجھتے بلکہ الٹا گناہ سمجھتے ہیں ،حالانکہ ان دونوں جانوروں کا ایک ہی حکم ہے (حدیث شریف میں ''وزغ'' کا لفظ آیا ہے اور یہ لفظ گرگٹ اور چھپکلی دونوں کے لئے بولا جاتا ہے) لیکن ان کو مارتے وقت اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ تڑپا تڑپا کر نہ مارا جائے بلکہ جلدی سے ماردیا جائے ،کئی صحیح احادیث میں گرگٹ اور چھپکلی کو مارنے کی فضیلت آئی ہے۔مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جس نے گرگٹ رچھپکلی کو پہلی ضرب میں ماردیا،اس کے حق میں نیکی لکھی جائے گی اور دوسری ضرب میں مارنے میں اس سے کم نیکی اور تیسری میں اس سے بھی کم نیکی لکھی جائے گی ترمذی شریف میں بھی اسی سے ملتی جلتی حدیث موجود ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کو مارنے کا حکم فرمایا۔اور یہ بھی ارشادفرمایا کہ یہ جانور بوجہ خباثت کے آتش نمرود میں پھونک مار کر اس کو تیز کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مکان میں چھپکلی مارنے کے لئے ایک نیزہ رکھا ہوا تھا(ابن کثیر) (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۱۸۶، فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۳۴ و ۳۸۹)

تذکرہ اولیاء طارق محمود

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آمیز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

شیخ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ

شیخ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ یمن میں پیدا ہوئے اور حضور ﷺ کی زندگی ہی میں اسلام لا چکے تھے، لیکن حضور ﷺ کی زیارت اور خدمت میں حاضر نہ ہو سکے حضور ﷺ کی آخری عمر میں جب نبوت کے جھوٹے مدعی ''اسود عنسی'' نے یمن کے علاقہ میں اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لئے مجبور کرنا شروع کیا۔ تو ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ اس کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کی تائید اور نصرت کے لئے وقف کر رکھا تھا، ان کی کوششوں کی وجہ سے نبوت کے جھوٹے مدعی ''اسود عنسی'' کے جال میں پھنسے ہوئے سینکڑوں مرتد اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اسود عنسی اپنے مشن کی کامیابی کے لئے ان کی کوششوں کو بہت بڑی رکاوٹ سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے ایک مرتبہ ابو مسلم رحمہ اللہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ان کو پکڑوا کر اور زنجیروں میں جکڑ کر اپنے سامنے پیش کیا اور اپنی نبوت کا اقرار کرنے کے لئے ان پر ہر قسم کا دباؤ ڈالا، لیکن آپ استقامت کا پہاڑ بنے رہے۔ بالآخر ان کو دھکتی ہوئی بلند وبالا شعلوں والی آگ میں ڈال دیا گیا۔

لیکن چند لمحوں بعد وہاں موجود لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔ کیونکہ ابو مسلم رحمہ اللہ آگ سے اس طرح صحیح سلامت باہر تشریف لا رہے تھے جس طرح کسی باغ سے برآمد ہو رہے ہوں اور جسم پر آگ کے بالکل اثرات نہ تھے۔ یہ واقعہ تاریخ عالم کا ایک یادگار نمونہ بن گیا اور دور دراز تک اس واقعہ کی شہرت پھیل گئی۔ نبوت کے جھوٹے مدعی ''اسود عنسی'' کا مشن ناکام ہوا۔ اور اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ابو مسلم خولانی کو فتح یاب فرما کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک جھلک کی شکل میں یاد تازہ فرما دی۔ یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسود عنسی اور اس کے ساتھیوں پر اس کی ہیبت طاری ہوگئی، چنانچہ انہوں نے کوشش کر کے حضرت ابو مسلم کو یمن سے نکلنے پر مجبور کیا۔

ابومسلم خولانی مدینہ منورتشریف لائے اور مسجد نبوی کے باہر اپنی اونٹنی باندھی پھر مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی اور روضۂ اقدس کے پاس آ کر نہایت ادب واحترام کے ساتھ سلام کیا، پھر دیر تک بیٹھے رہے۔ اتنے میں فرض نماز کا وقت آ گیا، نماز ادا کرنے کے بعد مسجد نبوی کے ایک کونے میں نوافل میں مشغول ہو گئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو کہ ان سے ناواقف تھے لیکن آپ کی نگاہیں ان پر جم چکی تھیں۔ نوافل سے فراغت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کس سے ملنا ہے؟ مسافر نے کہا کہ میں یمن سے آیا ہوں اور حضور ﷺ کی زیارت کے لئے چلا تھا۔ راستے میں اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے، لہٰذا روضہ پر حاضری ہی کو سعادت سمجھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ''فاروقی بصیرت'' نے چہرہ اور حلیہ سے بھانپ لیا اور فرمایا۔ نبوت کے جھوٹے مدعی ''اسود عنسی'' نے جس مسلمان کو آگ میں جھونک دیا تھا اس کا انجام کیا ہوا۔ نو وارد مسافر نے جواب دیا کہ اس کا نام عبداللہ بن ثُوَب ہے، آگ نے اس کے جسم پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ صحیح سلامت آگ سے نکل آیا تھا، یہ منظر دیکھ کر سینکڑوں لوگوں نے توبہ کی تھی اور بے شمار لوگ مسلمان ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ کا واسطہ دے کر فرمایا، کیا وہ تم ہی نہیں ہو؟ مسافر نے کہا الحمدللہ! وہ شخص میں ہی ہوں اور میرا نام ابوالمسلم عبداللہ بن ثُوَب خولانی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جلدی سے گلے لگالیا اور زار و قطار رو پڑے۔ پھر ان کو امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے اور تعارف کرایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی زبان سے آگ والا واقعہ سنا اور رو پڑے، فرمایا ''اس ذات کے لئے حمد وثنا ہے، جس نے مجھ کو اس شخص کی زیارت نصیب کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ والا معاملہ کیا''۔

حضرت ابومسلم خولانی نے بڑے بڑے صحابۂ کرام سے فیض حاصل کیا۔ آخر عمر میں ملک شام میں مقیم ہو گئے تھے، یہاں اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی۔ حضرت ابومسلم حضرت معاویہ کے بہت قریب اور آپ سے بے تکلف تھے۔ حکومت کے معاملات میں بعض اوقات بلاجھجک روک ٹوک کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابومسلم نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت

بیان کرنے میں مبالغہ کررہے ہیں، ابومسلم رحمہ اللہ کو یہ منظر پسند نہیں آیا۔اور ناگواری کی حالت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے اور بغیر کسی القاب کے ان کو اس طرح سلام کیا۔''اے مسلمانوں کے مزدور السلام علیک''لوگوں نے ان کو ٹوکا کہ ایسے الفاظ نہ کہیں۔انہوں نے یہ الفاظ دوبارہ دہرائے،لوگوں نے پھر ٹوکا،انہوں نے پھر کہا''اے مسلمانوں کے مزدور السلام علیک''لوگوں میں انتشار ہونے لگا،تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا''لوگو! ابومسلم خولانی کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ جو کچھ کہتے ہیں،اس سے خوب واقف ہیں''حضرت ابومسلم ان کے قریب آئے اور کہنا شروع کیا۔

''خلافت اور حکومت میں آپ کی مثال اس مزدور کی طرح ہے،جس کو کسی آدمی نے اپنے جانور اور مویشی چرانے اور ان کی پرورش کرنے کے لئے مقرر کیا ہو،تاکہ جانوروں کے دانہ پانی اور صحت ونگرانی اور ان کے منافع کا انتظام ہوسکے۔اگر وہ مزدور ذمہ داری صحیح ادا کرتا ہے تو اس کو طے شدہ مزدوری دی جاتی ہے،بلکہ اچھی خدمت پر کچھ زائد مزدوری دی جاتی ہے اور اگر اچھی خدمت نہ کرے تو مزدوری بھی نہیں دی جاتی بلکہ سزا دی جاتی ہے۔اے معاویہ! اب تم خود فیصلہ کرلو کہ تمہیں کیا لینا ہے اور کیا دینا ہے''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سر جھکائے بیٹھے تھے،تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور فرمایا''ابومسلم اللہ آپ کو میرے اور ہماری رعایا کی طرف سے اچھی جزا دے،آپ کی نصیحت بہت اچھی اور مخلصانہ ہے''۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کی نعمت بھی عطا فرمائی تھی اور آپ کے ہاتھوں پر ایسی کرامتیں ظاہر فرمائیں جو اللہ کا ولی اور حضور ﷺ کا صحیح متبع ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ایک مرتبہ جنگ کے معرکہ میں مسلمانوں کے لشکر کے سامنے دریا آگیا اور ان کے پاس دریا کو عبور کرنے کے وسائل نہ تھے،ابومسلم رحمہ اللہ آگے بڑھے اور فوج سے کہا،اللہ کا نام لو اور گھوڑے دریا میں داخل کردو پھر خود اپنا گھوڑا دریا میں داخل کردیا اور گھوڑا پانی کے اوپر چلنے لگا۔یہ منظر دیکھ کر ساری فوج نے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے،گھوڑے ایسے چل رہے تھے جیسے ہموار زمین پر چل رہے ہوں اور فوج آناً فاناً دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئی۔وہاں پہنچ کر ابومسلم رحمہ اللہ نے پوچھا کہ کسی کی کوئی چیز دریا میں تو نہیں گری،ایک سپاہی نے کہا میرا ترکش گر گیا ہے۔فرمایا میرے ساتھ چلو،ایک جگہ ٹھہر کر اس نے کہا غالباً اس جگہ گرا ہے۔ابومسلم رحمہ اللہ نے دریا میں ہاتھ ڈالا اور ترکش نکال کر اس کے حوالے کردیا۔

ایک مرتبہ ابومسلم رحمہ اللہ کی بیوی نے شکایت کی کہ گھر میں آٹا وغیرہ کچھ نہیں ہے، آپ نے پوچھا تمہارے پاس درہم ہیں، بیوی نے کہا ایک درہم ہے جو چرخے کے ذریعے سوت کاٹنے سے حاصل ہوا ہے، انہوں نے درہم لیا اور بازار گئے وہاں ایک فقیر کی حالت دیکھ کر اس پر ترس آ گیا اور درہم اس کو دے دیا اور اپنی تھیلی میں مٹی بھر کر گھر آ گئے اور تھیلی بیوی کے حوالہ کر کے جلدی سے نکل گئے۔ بیوی نے تھیلی کھولی تو اس میں آٹا تھا اس سے روٹی پکائی۔ رات کو جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو بیوی نے ان کے آگے روٹی رکھ دی، آپ نے پوچھا یہ روٹی کہاں سے آئی، بیوی نے بتایا، آپ جو آٹا دے گئے تھے اس سے پکائی، آپ نے اللہ کا نام لیا اور کھانا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر رونے لگے بیوی نے رونے کی وجہ بھی نہ پوچھی کیونکہ وہ اکثر ان کو اللہ کے ڈر سے روتے دیکھتی تھی۔ حضرت ابومسلم خولانی کے ایمان واذعان کا درجہ بھی بہت اونچا تھا۔ شیخ ابومسلم خولانی رحمہ اللہ ۶۲ھ میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے

(طبقات ابن سعد ج ۷، اسد الغابہ ج ۳، البدایہ والنہایہ ج ۸، تاریخ ابن عساکر ج ۹ بحوالہ اکیس جلیل القدر تابعین)

میاں بیوی کے ناراض ہو کر علیٰحدہ رہنے سے طلاق کا حکم

بہت سی خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ اگر میاں بیوی میں ناراضگی کی حالت میں ایک لمبی مدت تک علیٰحدگی رہے، یہاں تک کہ چار مہینے کا عرصہ گزر جائے تو نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ان خواتین کی غلط فہمی ہے، کیونکہ شرعاً اس طرح خود بخود نکاح ختم نہیں ہوتا، جب تک شوہر کی طرف سے نکاح ختم کرنے والی کوئی بات نہ پائی جائے۔ دراصل یہ غلط فہمی ایک اور مسئلہ کی وجہ سے پیدا ہوئی جس کو ''ایلا'' کہتے ہیں۔ ایلاء کا مطلب یہ ہے کہ جس نے قسم کھالی اور یوں کہہ دیا اللہ کی قسم اب صحبت نہ کرونگا، اللہ کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کرونگا، قسم کھاتا ہوں تجھ سے صحبت نہ کرونگا یا اسی طرح کا کوئی اور لفظ کہہ دیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے صحبت نہ کی تو چار مہینے کے گزرنے پر عورت پر ایسی طلاق پڑ جائے گی جس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ پھر شوہر کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔ ایسی قسم کھانے کو شرعی زبان میں ایلاء کہتے ہیں۔ خواتین نے ایلاء کے اس مسئلہ کو عام کر کے ان میاں بیوی کے حق میں بھی سمجھ لیا جہاں ایلاء کی باقاعدہ قسم کھانے کی کوئی شکل بھی نہ پائی جائے اور میاں بیوی ناراضگی کی وجہ سے ویسے ہی علیٰحدہ رہ رہے ہوں اور یہ پہلے واضح کیا جا چکا کہ خود بخود نکاح ختم نہیں ہوتا خواہ کتنی مدت تک میاں بیوی ناراضگی کی حالت میں ایک دوسرے سے جدا رہیں۔

پیارے بچو! ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

جھوٹ کا بھیڑیا اور پیسوں کا شوق

کسی دور میں ایک لڑکا جنگل کے قریب کسی گاؤں میں رہتا تھا لیکن وہ جھوٹ بولنے اور شرارت کرنے کا عادی تھا، اور دوسروں کو ذرا ذرا سی بات پر تکلیف پہنچاتا تھا۔ پڑھائی کا شوق نہ تھا گھر والوں نے تنگ آ کر اس کے ذمہ جنگل میں بکریاں چَرانا لگادیں۔ وہ بکریوں کو لے کر قریب جنگل میں چلا جاتا اور شام کو بکریوں کا جب پیٹ بھر جاتا تو اپنے گھر آ جاتا۔ مگر اس کو جھوٹ کی عادت تو پہلے سے تھی اس نے بکریاں چراتے ہوئے بھی اپنا کام دکھایا۔ کبھی کبھی اسے شرارت سوجھتی اور وہ اچانک جنگل میں زور زور سے شور مچا دیتا ''بھیڑیا۔ بھیڑیا'' گاؤں کے لوگ بھاگ کر آتے تو وہاں بھیڑیئے کا نام ونشان بھی نہ ہوتا۔ یہ لڑکا خوش ہوکر کہتا ''چھپی ہو، چھپی ہو، میں تو تمہیں ویسے ہی بے وقوف بنا رہا تھا'' جب اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو گاؤں کے لوگ سمجھ گئے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے اور سب لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے، اسی دوران ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سچ مچ میں اس لڑکے کے پاس بھیڑیا آ گیا اور اس پر حملہ کر دیا، اس نے پھر اسی طرح شور مچایا ''بھیڑیا۔ بھیڑیا'' مگر اب کی مرتبہ لوگوں نے کہا کہ یہ تو جھوٹا لڑکا ہے۔ کوئی بھیڑیا شیڑ یا نہیں بلکہ یہ تو جھوٹ کا بھیڑیا ہے، اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہے، ادھر یہ لڑکا شور مچاتا مچاتا بھیڑیئے کی غذا بن گیا بھیڑیئے نے اسے دم بھر میں چیر پھاڑ کر ختم کر دیا۔ بعد میں لوگوں کو پتہ چلا کہ اس مرتبہ تو سچ مچ میں بھیڑیئے نے اس کا کام تمام کر دیا مگر اب کیا ہوسکتا تھا یہ لڑکا تو دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

پیارے بچو! آپ نے جھوٹ بولنے کا نقصان دیکھ لیا کیا ہوتا ہے۔ انسان جھوٹ کی بدولت دنیا سے چلا جاتا ہے اور جب تک دنیا میں رہے لوگ اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اس کی کوئی عزت دوسروں کی نظروں میں نہیں ہوتی۔ آج بہت سے بچے باتوں باتوں میں جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ اس کو تفریح اور ہنسی مذاق کی چیز سمجھتے ہیں۔ کتنے بچے ایسے ہیں جو باہر ویڈیو گیم وغیرہ میں جاتے ہیں اور گھر والوں کو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو پڑھنے کے لئے گئے تھے اور اسی طرح کے دوسرے جھوٹ بول کر بڑوں کو دھوکہ دیتے

ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ایک دن اس جھوٹ کی وجہ سے وہ جان سے ہاتھ دھو سکتے ہیں ابھی بھی وقت ہے آج ہی سے تم جھوٹ سے سچی توبہ کرلو۔

پیسوں کا شوق

بچوں کو پیسوں کا بہت شوق ہوتا ہے، بچے پیسوں کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بڑے حضرات بھی بچوں کو پیسے دینے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے اور روزمرہ بچوں کو پیسے دے کر ان کی مرضی پر چھوڑ دیتے ہیں، ناسمجھ بچے پیسوں کو کسی فائدہ مند چیز میں خرچ کرنے کے بجائے اپنی ناقص عقل اور سمجھ کے مطابق جو چیز پسند آئے وہ خرید لیتے ہیں یا ویسے ہی کچھ حاصل کئے بغیر ویڈیو گیم وغیرہ جیسی چیزوں کی نذر کر دیتے ہیں حالانکہ آج کل کی بہت سی خرافات تو ایسی ہیں کہ پیسوں کے بغیر بھی ان سے رشتہ جوڑنا سخت نقصان دہ ہے، اسی طرح بچپن میں ہی بچے ان پیسوں کے ذریعے سے غلط چیزوں کے عادی ہوجاتے ہیں، جو بڑے ہوکر دردسری کا باعث بنتے ہیں۔ بچے عموماً پیسوں سے ٹافیاں، چیونگم یا اسی قسم کی دوسری چیزیں لے کر خوش ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں اکثر و بیشتر صحت کے لئے سخت مضر اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں اگرچہ فوری طور پر ان چیزوں کا نقصان ظاہر نہ ہو لیکن بالآخر کسی نہ کسی وقت ان کے بھیانک نتائج ظاہر ہو ہی جاتے ہیں۔ عموماً آج کل چھوٹے چھوٹے بچوں کے دانت اور گلے خراب ہونے کی شکایت رہتی ہے اور گلے میں ٹانسز بن جانے کی وجہ سے بخار جیسی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، جس کی بڑی وجہ اس قسم کی اول فول چیزوں کا استعمال کرنا ہوتا ہے۔

کئی چھوٹے بچوں کے دانتوں میں کیڑے لگ جاتے ہیں اور بچپن ہی میں دانت نکلوانا پڑ جاتے ہیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جو نعمت ساری زندگی کام آنے والی تھی وہ بچپن ہی میں ضائع ہوگئی۔ اس لئے بچوں کو اول تو خوامخواہ پیسے دینے کی عادت ہی نہ ڈالی جائے۔ اور پیسے دیئے جائیں تو بچوں کو تاکید کی جائے کہ وہ کسی مفید اور کارآمد چیز میں خرچ کریں۔ اور دانتوں کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ یاد رکھئے بچپن کی آزادی اور پڑی ہوئی بری عادات ہمیشہ کی زندگی کا ماتم کر دینے سے کم نہیں، اسی لئے شروع ہی سے بچوں کا بری عادات پر نظر رکھنا اور ان کو بھلے برے کی تمیز دلانا ضروری ہے۔ ورنہ بڑے ہوکر جب یہ سر پر سوار ہوجاتے ہیں پھر فکر کرنے اور پریشان ہونے سے حالات ٹھیک ہونا مشکل ہوتے ہیں۔

Iqra Ghufran

بزمِ خواتین منظور احمد۔ اسلام آباد

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

چار مثالی خواتین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں چار عورتوں کا تذکرہ خصوصیت سے فرمایا ہے جن میں دو عورتیں کافر اور جہنمی ہیں ان کے تذکرہ سے مقصود یہ ہے کہ ان کے احوال واعمال پر غور کر کے ان کے انجام بد سے عبرت حاصل کی جائے اور ایسے اعمال وافعال سے رہتی دنیا تک تمام عورتیں اور مرد پرہیز کریں اور دو عورتیں مؤمن اور جنتی ہیں ان کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ ان کے نیک اعمال اور اچھے انجام پر غور کر کے عورتوں کو بالخصوص اور مردوں کو بالعموم ان کی اتباع وتقلید کرنی چاہئے۔ آیئے ترتیب وار ان چار عورتوں کے احوال واعمال پر ذرا غور کریں اور اپنے گریبان میں جھانکیں کہ آیا ہمارے اندر بھی وہ اعمال پائے جاتے ہیں کہ نہیں اگر کافر عورتوں والے اعمال ہیں تو ان سے توبہ کریں اور بچیں اور اگر مؤمن عورتوں والے اعمال ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(۱)......واعلہ

یہ ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تھیں ان کو حق تعالیٰ کے اس برگزیدہ بندہ کی زوجیت جیسی نعمت ملنے کے باوجود دنیا وآخرت کی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا جس کی وجہ ان کے اپنے اعمال تھے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نوسو سالہ محنتِ شاقہ اور دعوت کے باوجود یہ ان پر ایمان نہ لائیں اور کفر اختیار کئے رکھا بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے ایمان کا اظہار کر دیتیں جبکہ حقیقت میں کفر پر قائم رہیں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کبھی وحی کے ذریعے حضرت نوح علیہ السلام کو کوئی راز کی بات بتلاتے تو یہ فوراً کافروں کے سامنے جا کر اس راز کو فاش کر دیتیں حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے چونکہ کمزور قسم کے لوگ ہوتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اس کا تذکرہ ہے چنانچہ جب کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لاتا تو یہ جا کر ظالموں

کواس کی اطلاع کر دیتیں اور ظالم لوگ اس مؤمن پر طرح طرح سے ظلم ڈھایا کرتے تھے بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام کی بے بسی کو دیکھ کر آپ کی بیوی نے کہا کہ آپ کا رب آپ کی مدد کیوں نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ میرا رب ضرور میری مدد کرے گا بیوی نے کہا کہ مدد کب ہوگی آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ جب تنور ابل پڑے گا یہ سن کر وہ قوم کے پاس گئیں اور ان سے کہا (نعوذ باللہ) نوح مجنوں ہوگئے ہیں

یہ کہتے ہیں میرا رب اس وقت تک میری مدد نہیں کرے گا جب تک تنور نہ ابل پڑے۔ واضح رہے کہ تنور کا ابلنا طوفان کی علامت تھی جس سے طوفان کی ابتدا ہوئی اور قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اس پر قوم نے انہیں بے دردی سے مارا تو بیوی نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ اسے مارو نہیں یہ کچھ نہیں جانتا بلکہ مجنون ہے اور جنون کی وجہ سے ایسی باتیں کرتا ہے، ان کے یہی اعمال تھے جن کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ زوجیت والا مضبوط رشتہ بھی ان کے کام نہ آیا اور دنیا میں حضرت نوح علیہ السلام کے دشمنوں کے ساتھ یہ بھی غرق ہوئیں اور آخرت میں بھی حق تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گی۔

(۲)......واھلہ

یہ حق تعالیٰ شانہ کے ایک دوسرے نبی حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ تھیں یہ بھی حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ایسے مضبوط رشتے کے باوجود ان پر ایمان نہ لائیں بلکہ ساری زندگی آپ کی مخالفت اور کفر میں گزار دی اور اتنے عظیم شوہر کا ساتھ دینے کی بجائے ان کے دشمنوں کا ساتھ دیا بعض روایات کے مطابق یہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی طرح منافقہ تھیں حضرت لوط علیہ السلام کے سامنے تو ایمان کا اظہار کر دیتیں مگر حقیقت میں کافرہ تھیں، حضرت لوط علیہ السلام پر جب کبھی وحی کے ذریعہ کوئی راز کی بات نازل ہوتی تو یہ سن کر آپ کے دشمنوں تک پہنچا دیتی تھیں۔ قوم لوط کے اندر جہاں اور کئی بیماریاں تھیں وہاں ایک بیماری یہ تھی کہ ان کی بستی میں جب کوئی اجنبی یا کسی کا مہمان آتا تو اسے طرح طرح سے تنگ کرتے تھے مثلاً اسے مارنا پیٹنا، لوٹ لینا، بے عزتی کرنا اور اس سے اپنی جنسی تسکین حاصل کرنا وغیرہ۔

اس لئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو واھلہ قوم لوط کو مہمان کی آمد سے مطلع کر دیا کرتی تھی تاکہ وہ اسے حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ کے اثرات سے بچا سکیں، اسے ماریں پیٹیں، لوٹ لیں، بے عزتی کریں یا اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنائیں چنانچہ قوم لوط کی غلط کاریوں کی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ عذاب کو حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انسانی صورتوں میں بھیجا تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے اپنی قوم کو ان الفاظ میں اطلاع دی کہ آج لوط کے پاس ایسے لوگ آئے ہیں کہ ان جیسے خوبصورت انسان میں نے آج تک نہیں دیکھے جسے سن کر وہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف تیزی سے دوڑے جب قریب آئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پر کے اشارے سے سارے اندھے ہو گئے اور بھاگنے لگے، حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ رات کے وقت اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل جائیں اور سب کو یہ ہدایت کر دیں کہ ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر قوم کی طرف نہ دیکھے چنانچہ سب نکلے جب قوم پر عذاب کا دھماکہ سنائی دیا تو بیوی نے حضرت لوط علیہ السلام کے حکم کے علی الرغم پیچھے مڑ کر دیکھا اور قوم کی تباہی پر اظہار افسوس کرنے لگی اسی وقت ایک پتھر آیا جس نے ان کا بھی خاتمہ کر دیا، یہ تھی دنیا کی تباہی اور اخروی تباہی یہ ہوگی کہ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہیں گی۔

ان دونوں عورتوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے

> ''اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا، نوح علیہ السلام کی بیوی کی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی، جو ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں ان دونوں عورتوں نے ان سے خیانت کی لہٰذا وہ نیک بندے ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آئے اللہ تعالیٰ کے سامنے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم داخل ہو جاؤ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ''

واضح رہے کہ آیت میں خیانت سے مراد مال یا عصمت میں خیانت نہیں بلکہ توحید کو قبول نہ کرنے اور ان کے ان اعمال کو خیانت قرار دیا گیا ہے جو مندرجہ بالا سطور میں تحریر کئے گئے اس مثال سے ہمیں مندرجہ ذیل سبق سکھانے مقصود ہیں۔

(ا) کسی بڑے آدمی یا خاندان کی طرف محض نسبت کافی نہیں بلکہ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح ضروری ہے ورنہ یہ دونوں عورتیں اتنی بڑی نسبت کے باوجود اللہ جل جلالہ کے عذاب میں گرفتار نہ ہوتیں۔

Idara Ghufran

(۲) عورت کا مرد کے مال اور عصمت میں خیانت جیسے نقصان دہ ہے دین میں خیانت اس سے بھی زیادہ تباہ کن ہے

(۳) مرد خواہ کتنا ہی نیک ہو اسے اپنی بیوی کے بارے میں بے فکر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس کی اصلاح کی کوشش بھی ضروری ہے کوشش کے باوجود اگر اصلاح نہ ہو تو اس سے زیادہ کا انسان مکلّف نہیں جیسے حضرت لوط وحضرت نوح علیہما السلام کی کوشش کے باوجود ان کی بیویاں راہ راست پر نہ آئیں (جاری......)

نام رکھنے اور پکارنے کا غلط طریقہ

افسوس ہے کہ آج بے شمار مسلمانوں نے تو اسلامی نام رکھنا بھی چھوڑ دیئے ہیں، پہلے تو ان کی صورت اور سیرت دیکھ کر ان کو مسلمان سمجھنا مشکل ہوتا تھا، لیکن نام سے مسلمان ہونے کا پتہ چل جاتا تھا، مگر اب نام بھی غیر اسلامی اور انگریزی طرز کے رکھنا شروع کر دیئے ہیں، آج کل ناموں کے پسندیدہ ہونے کا معیار فلمی دنیا اور ڈراموں میں چلنے والے ناموں کو بنالیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ فلمی اور ڈراموں کی دنیا میں دین اور مذہب سے آزادی کی جو فضا چلی ہوتی ہے، اس کا ہرگز بھی اسلامی طرز سے رشتہ نہیں جوڑا جا سکتا، سمجھ نہیں آتا کہ لاکھوں پیغمبروں نبیوں، ولیوں اور صحابہ وصحابیات کے نام چھوڑ کر فاسقوں، فاجروں اور بے دینوں کے ناموں کو کس لئے ترجیح دی جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قوم نے نبیوں، ولیوں، صحابہ وصحابیات کے بجائے جب اپنے ستارے اور اسٹار، بھانڈوں، طوائفوں اور ملنگوں کو بنالیا ہے، تو یہ اسی گندی پسند اور غلط سوچ کا شاخسانہ ہے، اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے نام اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے مرکب ہوتے ہیں ان کو بھی مختصر کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے پکارا جانے لگا ہے، چنانچہ عبدالرحمان کو ''رحمٰن'' عبدالرحیم کو ''رحیم'' عبدالوحید کو ''وحید'' عبدالرزاق کو ''رزاق'' عبدالغفار کو ''غفار'' عبدالجبار کو ''جبار'' عبدالستار کو ''ستار'' عبدالخالق کو ''خالق'' عبدالقدوس کو ''قدوس'' وغیرہ کہہ کر پکارا جاتا ہے، یہ سب ناجائز، حرام اور کبیرہ گناہ ہیں، جتنی مرتبہ انسان کو ان مختصر ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہے اتنی مرتبہ ہی یہ کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے اور گونگے بہرے انداز میں سننے والا اور اس کی غلطی پر متنبہ نہ کرنے والا بھی گناہ سے خالی نہیں رہتا یہ گناہ بے لذت ایسا ہے جس کو ہزاروں مسلمان اپنے شب و روز کا مشغلہ بناتے ہیں اور اس کی فکر نہیں کہ اس کا انجام کتنا خطرناک ہے (معارف القرآن بتغیر ج ۴ ص ۱۳۲)

علمی، تحقیقی مسائل پر مشتمل سلسلہ

ایک وقت کی تین طلاقوں کا شرعی حکم

سوال:...... ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی ایک وقت میں تین طلاقیں دے دی ہیں، اس بارے میں جب شرعی مسئلہ معلوم کیا تو اکثر علماء حضرات نے تو یہ جواب دیا کہ تینوں طلاقیں ہوگئیں اور شرعی حلالہ کے بغیر اب دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن بعض غیر مقلد اور پروفیسر حضرات نے یہ جواب دیا کہ ایک وقت کی تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں، آپ سے عرض ہے کہ قصور خاوند کا ہے سزا عورت کو کیوں ملے، ایک وقت کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کے بارے میں جن لوگوں کی طرف سے جواب ملا ہے وہ ساتھ منسلک ہے، آپ اُس پر نظر ثانی فرمائیں اور خدا کے لئے عورت کو اپنی بہن، بیٹی سمجھ کر جواب دیں تاکہ وہ عورت اسی شوہر کے ساتھ رہ سکے مہربانی ہوگی۔ فقط۔ خیر اندیش دعا کی طالب ایک خاتون۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:...... مذکورہ صورت میں اس عورت پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور یہ خاتون اپنے سابقہ شوہر پر مغلظ اور پختہ طریقے سے حرام ہوچکی ہے، اب نہ تو رجوع ہوسکتا ہے اور نہ ہی شرعی حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح کی کوئی گنجائش ہے۔ طلاق پڑنے کے وقت ہی سے میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوچکے ہیں، لہٰذا اب ان کے لئے میاں بیوی والا تعلق (یعنی بوس و کنار، شہوت سے ایک دوسرے کو دیکھنا، خلوت میں مل بیٹھنا، اکٹھے رہنا سہنا اور ہمبستری وغیرہ کرنا) حرام ہوچکا ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن و حدیث کے واضح دلائل موجود ہیں، جمہور صحابہؓ و تابعینؒ، چاروں ائمہؒ (امام ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اور تمام امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ اور یہ موقف صرف حنفی علماء کا نہیں بلکہ سلف وخلف اہل سنت والجماعت اسی کے قائل ہیں، ان اہلِ حق علماء پر تو صرف اتنا الزام ہے کہ وہ اس

حق موقف کو صحیح صحیح بتا دیتے ہیں، خود بناتے نہیں۔

بے شک ایک وقت میں تینوں طلاقیں اکٹھی دے دینا گناہ اور منع ہیں لیکن اگر کوئی یہ گناہ کر بیٹھے تو اس میں شک نہیں کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، کسی چیز کا گناہ ہونا اس چیز کے مؤثر ہونے میں رکاوٹ نہیں ہوتا، جیسا کہ کسی کو بے جا قتل کرنا گناہ ہے، لیکن اگر کوئی اس گناہ کو کر بیٹھے تو اس کا اثر تو ہو ہی جاتا ہے یعنی انسان زخمی یا دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، اور گناہ تو کسی کام کے کرنے سے ہی ہوتا ہے۔ تین طلاقیں اکٹھی دینا ہی اس لئے منع ہے کہ وہ تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر رجوع اور تجدید نکاح کی گنجائش نہیں رہتی، اگر اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ ہیں تو اسی وجہ سے ہیں کہ وہ واقع ہو جاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوا کرتیں تو پھر گناہ کس چیز کا تھا۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، قرآن وحدیث اور اجماعِ صحابہ، علماءِ سلف، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے، تین طلاقوں کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر دونوں مرد وعورت کا آپس میں نکاح درست نہیں اور آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور قطعی حرام ہے دونوں زانی اور بدکار سمجھے جائیں گے، اور دنیاوی وبال کے علاوہ قبر اور آخرت کا وبال علٰیحدہ ہے قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کے فیصلہ کے خلاف کسی کے فتویٰ کا سہارا لینے سے کوئی حرام چیز حلال نہیں ہو سکتی اور اس کو شرعی فتویٰ سمجھنا بھی غلط ہے۔

سعودی حکومت نے اپنے شاہی فرمان کے ذریعہ حرمین شریفین اور ملک کے دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس (اور کمیٹی) قائم کر رکھی ہے جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے بلکہ خود بادشاہ بھی اس کا پابند ہے اس مجلس میں ایک وقت کی تین طلاقوں کا مسئلہ پیش ہوا۔ اس مجلس نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث اور تفسیر وحدیث کی سینتالیس (۴۷) کتابیں کھنگالنے اور تفصیلی دلائل کے بعد بالاتفاق واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی شرعاً تین ہی شمار ہوتی ہیں، یہ پوری تفصیل اور متفقہ فیصلہ سعودی حکومت نے دوسوسات (۲۰۷) صفحات پر شائع کیا ہے، اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے مفتی **علامۃ الخضر بن عبداللہ بن مایا بی الجکنی الشنقیطی** مرحوم نے بھی اس بارے میں مستقل رسالہ "**لزوم الطلاق الثلاث دفعۃً بمالا یستطیع العالم دفعۃ**" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والا گروہ عام طور پر اس قسم کے مسائل میں سعودی عرب کے عمل کو بطور حجت پیش کیا کرتا ہے، اس لئے یہ فیصلہ ان لوگوں پر حجت ہے۔

(۱)......اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے: **فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ** (سورہ بقرہ) اس سے پہلے **الطلاق مرتٰن** کا ذکر ہے، قرآن پاک کا یہ ظاہری مضمون اس کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی دی جائیں تو وہ عورت اس خاوند کے لئے حرام ہے اکٹھی سے مراد ایک مجلس میں **فان طلقها** میں حرف **ف** تعقیب بلامہلت کے لئے ہے یعنی دو طلاقوں کے بعد فوراً تیسری طلاق بھی دے دے تو وہ عورت اس خاوند کے لئے حرام ہے (کتاب الام ج ۵ ص ۱۶۵، سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۳۳)

(۲)......بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رفاعہ قرظی کی بیوی کا واقعہ مذکور ہے جن کو ان کے شوہر نے طلاق مغلظہ (بتہ) دی تھی پھر انھوں نے عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کیا اس کے بعد ان کے نکاح سے نکل کر دوبارہ رفاعہ کے نکاح میں جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بات اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک عبدالرحمان تیری مٹھاس اور تو اس کی مٹھاس کو نہ چکھ لے (یعنی ہمبستری کر لے) (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۱، مسلم ص ۴۶۳)

اس روایت میں ''طَلَّقَهَا ثَلَاثاً'' کا جملہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تین طلاقیں اکٹھی دیں اور اور امام بخاری نے بھی ج ۲ ص ۷۹۱ میں اس حدیث پر ''**باب من اجاز الطلاق الثلاث**'' باب قائم فرما کر بیک وقت تین طلاقوں کے واقع ہونے پر اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

(۳)......حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق ہوگئی، لیکن رجوع کرو میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر میں تین طلاقیں دے دیتا تو کیا پھر بھی مجھے رجوع کا حق حاصل ہوتا اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ ملاحظہ ہو عبارت نمبر (۳)

فقہائے کرام نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی قاضی یا مفتی بھی ایک وقت کی تین طلاق کے ایک ہونے کا فتوی دیدے تو اس کا فیصلہ معتبر نہیں کیونکہ یہ خلاف ہے اختلاف نہیں (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۱)

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ چند روزہ دنیوی فائدہ اور خواہش کی خاطر صحیح اور حق بات کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے مذہب اور فتوے پر عمل کرنا دین و اسلام کا مذاق اڑانا ہے اور اللہ و رسول ﷺ کے حکم کو اپنی

Idara Ghufran

نفسانی خواہش کے تابع بنانا ہے دنیا کی چندروزہ راحت وعیش کی خاطر اپنے حقیقی خالق و مالک کو ناراض کرنا اور عذاب جہنم کا سامان کرنا بہت بڑی حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہے، اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے، امام حافظ ابن تیمیہ نے بھی اس پر امت کا اجماع تحریر کیا ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر۲)

خلاصہ یہ کہ تین طلاقیں ہوجانے کے بعد کسی سے اس کے خلاف فتویٰ لینا باجماعِ امت حرام ہے۔ اور اس طرح کا فتویٰ لینے سے حرام شدہ مرد وعورت ایک دوسرے کے لئے حلال نہیں ہوں گے۔ اور اس طرح کا فتویٰ لے کر ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گذارنے کے نتیجہ میں یہ مرد اور عورت عمر بھر بدکاری کے گناہ میں مبتلا رہیں گے، عذابِ آخرت کے علاوہ دنیوی وبال الگ ہے۔ اگر اس طرح غلط طریقہ پر کوئی مرد وعورت زندگی گذارنے لگیں تو اہلِ اثر مسلمانوں کی ذمہ داری ہوجاتی ہے کہ ان مرد وعورت میں تفریق اور جدائیگی کرائیں اور جب تک وہ اس حرام کاری سے باز نہیں آتے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں ورنہ دنیوی وبال واخروی عذاب میں ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شریک ہوں گے، جو ان کو حرام کاری سے روکنے کی کوشش نہیں کرتے (کذافی احسن الفتاویٰ ج۵ص۱۹۸)

جو لوگ ایک وقت کی تین طلاقوں کو اس لئے ایک کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہیں ان سے چندسوالات ہیں (۱) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق بھی دے دے تو یہ گناہ ہے، مگر اس کے باوجود کیوں واقع ہوجاتی ہے؟ (۲) اگر کوئی بیوی کو پاکی کے ایام میں صحبت کرنے کے بعد ایک طلاق دے دے تو یہ بھی گناہ ہے، اس کے باوجود یہ طلاق کیوں واقع ہوجاتی ہے؟

رہا یہ سوال کہ اس میں بیوی کا کوئی قصور نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو بیوی کی طرف سے کوئی نہ کوئی اس قسم کی کوتاہی ضرور ہوتی ہے جو مرد کو طلاق جیسی حرکت پر آمادہ کرتی ہے، لہٰذا اس حد تک عورت بھی قصوروار شمار ہوتی ہے، عورت کو چاہئے کہ وہ مرد کے ساتھ ایسا رویہ اور سلوک رکھے جو مرد کو اس قسم کی حرکت کرنے سے باز رکھے، دوسرے اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اس میں بیوی کا کوئی بھی قصور نہیں تھا تو بے شک یک بارگی تین طلاق دے کر شوہر بیوی پر ظلم کرتا ہے تو وہ اپنے ساتھ اس سے بھی بڑا ظلم کرتا ہے کہ اپنا گھر بھی اجاڑ لیتا ہے اور دنیوی اعتبار سے بیوی سے اس کے نتیجہ میں محروم ہوجاتا ہے کہ اس کے بعد اگر شرمندہ بھی ہو اور رجوع کرنا چاہے تو رجوع کا راستہ نہیں رہتا (جبکہ ایک یا دو طلاق دیتا تو ہر طرح سے گنجائش تھی) اور ساتھ ہی دینی اعتبار سے اللہ کے غضب اور ناراضگی کا مستحق ہوتا ہے، اور بیوی پر جو ظلم کیا اس کا برا انجام

اگر دنیا میں نہیں تو آخرت میں اس کو ضرور دیکھنا پڑے گا (جبکہ اگر طلاق دینے میں بیوی کا کوئی غلط کردار شامل نہ ہو تو وہ اس گناہ سے محفوظ رہتی ہے) لیکن صرف اس وجہ سے کہ بیوی کا کوئی قصور نہیں طلاق کا حکم نہیں بدلا کرتا، کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت نے طلاق کا حق عورت کو نہیں دیا بلکہ مرد کو دیا ہے وہ عورت کی رضامندی کے بغیر جب بھی استعمال کرلے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دوسرے جس طرح کوئی کسی مظلوم کو بے گناہ قتل کرے تو باوجود بے گناہ ہونے کے مظلوم قتل ہو جاتا ہے اس کے بے گناہ ہونے کی وجہ سے خنجر یا گولی کا وار بے اثر نہیں ہو جاتا کیونکہ یہ دنیا کا قانون ہے کہ کوئی کام اچھا ہو یا برا وہ اپنا اثر دکھاتا ہے اور پھر آخرت میں مظلوم کو ظلم سہنے کی وجہ سے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اور ظالم کو اپنے کئے کی سخت سے سخت سزا ملتی ہے اگر اسلامی حکومت کا باضابطہ کہیں نظام قائم ہو تو یکبارگی تین طلاق دینے والے پر تعزیر اور سزا جاری کی جاتی ہے لیکن اگر کسی ملک میں ظالم کی سزا کا قانون نہ ہو تو اس کی وجہ سے مظلوم کا ظلم دور نہیں ہو جاتا بلکہ اور زیادہ بڑھتا ہے، نہ اس میں شریعت قصوروار ہے اور نہ کوئی مفتی۔ جس عورت کو تین طلاقیں دے دی جائیں اس کے لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد وہ پہلے شوہر سے بالکل آزاد ہے وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے دوسرا نکاح کرسکتی ہے سابقہ شوہر اسے بالکل منع نہیں کرسکتا، اور اگر وہ عورت نکاح کی ضرورت محسوس نہ کرے اور شوہر کے بغیر زندگی گزارنا چاہے تب بھی شریعت اسے اجازت دیتی ہے اور پہلے شوہر کے ساتھ رہنے اور حلالہ کرنے پر ہرگز مجبور نہیں کرتی۔ لیکن عورت اگر خود ہی دوبارہ سابقہ شوہر کے ساتھ آباد ہونا اور رہنا چاہے تو شریعت نے جو سختی کی ہے وہ سہنی پڑے گی، وہ سختی یہی ہے کہ جب اس ناقدرشناس شوہر نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بیوی جیسی نعمت کو اکٹھی تین طلاق دے کر نہایت بھونڈے طریقے سے یکدم ٹھکرا دیا تو اب وہ نعمت اسے اتنی آسانی سے واپس نہیں ملے گی کہ صرف دوبارہ نکاح کر کے مسئلہ حل ہو جائے بلکہ پہلے وہ عورت کسی اور جگہ نکاح کرے پھر دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے یا نہ دے بلکہ اپنی بیوی بنا کر رکھے یہ اس کی مرضی ہے، اگر اس نے اپنی خوشی سے طلاق دے دی یا دوسرا شوہر فوت ہو گیا پھر عدت گذرنے کے بعد یہ عورت آزاد ہے کہیں بھی تیسرا نکاح کرسکتی ہے، البتہ اگر پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو اب اس کے ساتھ بھی نکاح ہوسکتا ہے۔ اور عورت کے ساتھ صحیح ہمدردی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ناجائز راستہ اختیار کرنے سے بچا کر جائز راستہ بتلایا جائے، تاکہ دنیا و آخرت دونوں جگہ سلامتی رہے اگرچہ تھوڑی بہت مشکلات جھیلنی

پڑیں۔ مسلمان کی اصل زندگی اور مقصدِ حیات آخرت کی زندگی ہے۔ زندگی بھر حرام کاری میں مبتلاء رکھنے اور آخرت کے وبال میں عورت کو شریک کرنے والا فتویٰ ہرگز عورت کے لئے باعث خیر و ہمدردی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ایسے شخص کو فتویٰ کا اہل قرار دیا جاسکتا۔ ایک حدیث شریف میں ہے: اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ کہ جب کوئی کام غیر اہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو (بخاری جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۴، اوائل کتاب العلم)

ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے مسلم شریف کے حوالہ سے ایک ایسی روایت پیش کرتے ہیں جس میں نہ ایک وقت کا ذکر ہے اور نہ ہی ایک مجلس کا، ان سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اپنے دعویٰ اور موقف کے مطابق مسلم شریف سے اصل الفاظ میں پیش فرمائیں، اور مسلم شریف سے اس کا پورا حوالہ نقل کریں جس میں ایک مجلس یا ایک وقت کے الفاظ حدیث میں موجود ہوں۔

وہ تمام احادیث جن میں حضرت رکانہ کے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے اور نبی علیہ السلام کا اس پر ناپسندیدگی یا غصہ کے اظہار کا ذکر ہے ان میں یہ کہیں بھی موجود نہیں کہ نبی علیہ السلام نے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہو یا بیوی سے رجوع کا حکم دیا ہو کیونکہ یہ تو ایک موٹی سی عقل میں آنے والی اور رات دن کے تجربہ و مشاہدہ سے گزرنے والی بات ہے کہ ناراضگی کا اظہار گناہ کے کام پر ہی ہوتا ہے اور وہ گناہ کا کام اکٹھی تین طلاقیں دینا اور ان کا واقع ہو جانا تھا۔

قرآن و حدیث کے علاوہ اس پر صحابہ اور پوری امت کا اجماع بھی ہے اور بیسیوں احادیث اور قرآن کے واضح اصول اور پوری امت کے اجماع کے مقابلے میں تین کو ایک قرار دینے والے جو ایک دو گول مول احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ ذرا ان احادیث کی توضیح و تشریح کے لئے ان محدثین، شراح حدیث اور فقہاء کی طرف بھی رجوع کریں جن کے واسطے سے یہ احادیث ہم تک پہنچی ہیں کیونکہ نہ یہ احادیث ایسی ہیں کہ جو اُن علماء سلف و خلف کے سامنے نہ ہوں اور نہ یہ تمام حضرات اتنے ناسمجھ اور دین سے دور تھے کہ ان احادیث کا مطلب نہ سمجھ سکے آج کے نئے مجتہدین پر آکر یہ راز کھلا کہ تین ایک ہوتی ہیں

ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے کی صورت میں عموماً یہ الزام دیا جاتا ہے کہ اس سے ملعون حلالہ کا راستہ کھلتا ہے۔ تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہیئے کہ شریعت نے ہر قسم کے حلالہ کو ناجائز نہیں کہا بلکہ اس میں تقسیم کی ہے ایک ناجائز اور غیر شرعی حلالہ ہے، اور دوسرا جائز اور شرعی حلالہ۔ شرعی حلالہ کی اجازت بلکہ

اس کا طریقہ تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے "فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ" (سورہ بقرہ) اس صورت میں ملعون حلالہ کا راستہ کھولنے کا الزام تو سب سے پہلے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ پر عائد ہوگا۔

اصل بات یہ ہے کہ شرعی حلالہ میں ایک پہلو مرد اور عورت دونوں کے لئے سزا اور تعزیر کا بھی رکھا ہوا ہے، جس کے بعد مرد اور عورت کو اس طرح کی حرکت کرنے اور اس کا سبب بننے سے تنبیہ ہوتی ہے۔ اور یہ بات تو ہر سزا کے اندر ہوا کرتی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ مذکورہ آیت کی روشنی میں حلالہ کا جو شرعی مفہوم ہے وہ تو نعوذ باللہ ملعون اور بے غیرتی کی بات ہے اور اس شرعی حلالہ کے مقابلہ میں زندگی بھر کے لئے حرامکاری یعنی غیر شرعی حرامہ کسی درجے میں بھی ملعون عمل نہیں۔

(۱)......وقدذهب جمهورالصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الیٰ انه يقع ثلاث (الیٰ ان قال) وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحاً بايقاع الثلاث ولم يظهرلهم مخالف فماذا بعد الحق الاالضلال وعن هذا قلنا لو حكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه لا نه لايسوغ الاجتها د فيه فهو خلاف لا اختلاف اه ردالمحتار ج۲ ص ۵۷۷ طبع قديم(امدادالاحكام ج ۲ص ۵۷۱)

(۲)......حيث قال فيمن نكح عند شهود فسقة ثم طلقها ثلاثاً فارادالتخلص من الحرمة بان النكاح كان فاسدًا فی الاصل علیٰ مذهب الشافعی رحمه الله تعالیٰ فلم يقع الطلاق مانصه وهذا القول يخالف اجماع المسلمين فانهم متفقون علیٰ ان من اعتقد حل الشئی كان عليه ان يعتقد ذالک سواء وافق غرضه اوخالف ومن اعتقد تحريمه كان عليه ان يعتقد ذالک فی الحالين وهؤلاء المطلقون لا يقولون لفساد النكاح لفسق الاولی الاعندالطلاق الثلاث لا عند الاستمتاع و التوارث يكونون فی وقت يطلقون من يفسده و فی وقت يقلدون من يصححه بحسب الغرض و الهواء و مثل هذا لا يجوز باتفاق الامةثم قال بعد ثلاثةاسطر و نظير هذا ان يعتقد الرجل ثبوت شفعة الجوار اذا كان طالباً وعدم ثبوتها اذا كان مشتريا فان هذا لايجوز بالاجماع و كذا من بنی علیٰ صحة ولاية الفاسق فی حال نكاحه و بنی علیٰ فساد و لاية حال طلاقه لم يجز ذالک باجماع المسلمين ولو قال المستفتی المعين انالم اكن اعرف ذالک و انا اليوم التزم ذالک لم يكن من ذالک له لان ذالک يفتح باب التلاعب بالدين ولفتح الذريعة الیٰ ان يكون التحليل والتحريم بحسب الاهواء (فتاویٰ ابن تيميمه ص ۲۴ ج ۲)

(۳)......" افرأيت لو انى طلقتها ثلاثاً كان يحل لى ان اراجعها قال لاكانت تبين منك وتكون معصية"(دارقطنی ج۲ ص ۴۳۱،سنن کبریٰ ج۲ ص ۳۳۴، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶،نصب الرأية ج۳ ص ۲۲۰)

اکٹھی تین طلاقوں کے موضوع پر تفصیلی دلائل اور مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات کے لئے ان رسائل کی طرف رجوع فرمائیں (۱) تین طلاق کا ثبوت : مصنفہ: مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب (۲) عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث: مصنفہ: شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب (۳) اکٹھی تین طلاق کا شرعی حکم : مصنفہ : حضرت مولانا فقیر اللہ صاحب (۴) تین طلاقوں کا حکم : مصنفہ: جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (۵) رسالہ تین طلاق کی مفصل تاریخ ورسالہ تین طلاق : مصنفہ: حضرت مولانا امین صفدر اکاڑوی صاحب (مشمولہ خیر الفتاویٰ ج ۵) (۶) ایک مجلس کی تین طلاقیں : مصنفہ: مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب (مشمولہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۵) (۷) خطباتِ صفدر موضوع طلاق ثلاثہ (۸) تین طلاقیں اور حلالہ (مشمولہ تجلیاتِ صفدر ج۱) (۹) طلاق ثلاث صحیح مآخذ کی روشنی میں :۔مصنفہ: مولانا حبیب الرحمان قاسمی صاحب (مشمولہ علمائے ہند کے مجموعہ رسائل ج ۳) (۱۰) تین طلاق کا مسئلہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں : مصنفہ: مفتی سید محمد سلمان منصور پوری (مشمولہ علمائے ہند کے مجموعہ رسائل ج ۳) (۱۱) تحفہ اہل حدیث مسئلہ طلاق : مصنفہ : ابو بلال جھنگوی صاحب (۱۲) طلاق کے تباہ کن اثرات : مصنفہ : مفتی نسیم احمد قاسمی صاحب (۱۳) حکم الطلاق الثلاث بلفظ واحد (عربی) مجلۃ البحوث الاسلامیہ (سعودی عرب) (۱۴) **لزوم الطلاق الثلاث دفعةً بمالا يستطيع العالم دفعه** :مصنفہ:مفتی **علامه الخضر بن عبدالله بن مايا بى الجكنى الشنقيطى** (۱۵) احکام القرآن (عربی) ج ۱ مصنفہ: علامہ محدث شیخ ظفر احمد عثمانی صاحب۔ فقط: واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔محمد امجد

۲۷/صفر ۱۴۲۵ھ دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی

ہاتھ خالی جائیں گے دنیا کی دولت چھوڑ کر
مال کے مالک عزیز واقربا ہوجائیں گے
قبر ہی تک ساتھ دیں گے سب عزیز واقربا
داب کر مٹی میں سب پیارے جدا ہوجائیں گے

(ام رضوان)

کیاآپ جانتے ہیں؟ *مفتی محمد رضوان*

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سلائی سیکھنے کی ضرورت واہمیت

سینے پرونے کی ضرورت ایسی ہے جوتقریباً ہرانسان اور ہرگھر میں پیش آتی ہے اور شاید ہی کبھی اس ضرورت سے انسان بے نیاز ہوسکتا ہے اس لئے بقدرِضرورت سلائی کا کام سیکھنا بہت اہمیت رکھتا ہے، خاص طور پرخواتین کوتوکسی حدتک سینا پرونا ضرورسیکھنا چاہئے۔ایک تو یہ ایسا ہنراور پیشہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں یہ ہنر ہوکسی بھی برے وقت میں اس کواختیار کر کے انسان اپنے گزربسر کا سامان مہیا کرسکتا ہے، آج بھی جوخواتین اس ہنر سے واقف ہیں وہ اپنے گھر میں باپردہ طریقہ پر رہتے ہوئے جائز اور حلال طریقہ پر اس ہنر کی بدولت اپنے ضروری اخراجات کا انتظام کرلیتی ہیں اورفقروفاقہ سے نجات حاصل کرلیتی ہیں اوراگراس کام کوبطور پیشہ بھی اختیار کیا جائے اورکسی درزی یادرزن سے کپڑے سلوا کر اپنی ضرورت پوری کرلی جایا کریں تب بھی سلائی کی ضرورت باقی رہتی ہے اس لئے کہ کسی بھی وقت سِلے ہوئے کپڑے میں پیونداور جوڑ لگانے یا ادھڑی ہوئی سلائی کو بحال کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ جوخواتین وحضرات سلائی کے ہنر سے واقف نہیں ہوتے وہ ایسے وقت پریشانی اورمشکلات میں پڑجاتے ہیں اوربعض اوقات پورا کپڑا ہی اس کے بغیر ناکارہ محسوس ہوتا ہے۔اس کے برخلاف جوحضرات اس ہنر سے واقف ہوتے ہیں وہ گھر بیٹھے بآسانی مشکلات سے نجات حاصل کرلیتے ہیں۔ بہت سی خواتین جواس ہنر سے واقف ہیں وہ مہنگائی کے دور میں اپنے اوردیگر اہل خانہ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے تیار کرکے صرف دوروپے کے دھاگہ کی ریل کے ذریعے سے سینکڑوں روپے خرچ ہونے سے بچالیتی ہیں اورکوئی کپڑا بھی ضائع نہیں ہونے دیتیں اوردرزی کے یہاں عموماً جوکپڑا انچ کرواپس نہیں آتاوہ بھی گھر میں محفوظ رہ کرکام آجاتا ہے۔ جب کوئی کپڑا بڑوں کے لئے قابل استعمال نہیں رہتا اس سے چھوٹے بچوں کے کپڑے تیار کرلیتی ہیں۔اورایک چیز سے دوسری چیز بنالیتی ہیں جس کے نتیجہ میں گھر میں برکت محسوس ہوتی ہے اورتمام کپڑے سلیقے کے ساتھ بنے رہتے ہیں۔اتنے اہم ،ضروری اور بابرکت اورمشکل گھڑی

میں کام آنے والے ہنر کی واقفیت سے کوئی بھی شخص اور خاص کر خواتین کو محروم نہ رہنا چاہئے۔
سلائی کا کام آتا ہے کام سلائی سیکھئے بچت کیجئے۔

مَردوں اور عورتوں کو سرمہ لگانا

حضور اکرم ﷺ کی عادت ہمیشہ سرمہ لگانے کی تھی اور دوسروں کو بھی اس کی ہمیشہ کے لئے تاکید فرماتے تھے اس لئے سرمہ لگانا عورت اور مرد دونوں کے لئے سنت اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔

بعض لوگ سرمہ عورتوں کے لئے خاص سمجھتے ہیں اور اگر کوئی مرد سرمہ لگائے تو اسے معیوب اور برا جانتے ہیں، ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے، حضور ﷺ نے جب خود سرمہ استعمال فرمایا اور بلا امتیاز ہر ایک کو اس کے استعمال کی تاکید فرمائی تو عورتوں کے لئے تخصیص کہاں سے گھڑ لی گئی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھ لی جائے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے کالے رنگ کا سرمہ لگانا کوئی عیب اور گناہ کی بات نہیں، لہٰذا جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مردوں کو کالے رنگ کا سرمہ نہیں لگانا چاہیے یہ بھی بے بنیاد بات ہے۔ حضور ﷺ نے خود کالے رنگ کا سرمہ استعمال فرمایا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی بغیر کسی امتیاز کے سرمہ کی تاکید فرمائی ہے، لہٰذا مردوں کے حق میں کالے رنگ کے سرمہ کو ممنوع سمجھنے کا خیال غلط ہے (والتفصیل فی رسالہ "الاکتحال للرجال"، مشمولہ احسن الفتاویٰ ج ۸)

بغل، زیرِ ناف بال اور ناخن کاٹنے کی مدت

ہر ہفتے ناخن اور بغل کے بال نیز ناف کے نیچے کے بالوں کا کاٹنا مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے اور چالیس دن گذرنے سے پہلے پہلے کاٹ لینا جائز ہے، کوئی گناہ نہیں، لیکن چالیس دن گذرنے کے بعد بھی اگر نہ کاٹے جائیں تو گناہ شروع ہو جاتا ہے، البتہ اگر اس حال میں نماز پڑھی جائے، غسل یا وضو کیا جائے تو وہ درست ہو جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ بہت سے لوگ شریعت کے اس حکم کی پرواہ نہیں کرتے اور چالیس دن گذرنے کے بعد بھی فکرمند نہیں ہوتے، بعض لڑکیاں انگلیوں کے بعض ناخنوں کو بڑا کرنا فیشن سمجھتی ہیں اور اس کے برعکس ظاہر میں زیب وزینت اور حسن وجمال کے لئے خوب محنت اور جدوجہد کی جاتی ہے، مرد حضرات روزانہ داڑھی مونڈ کر کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، اور جن بالوں کو کاٹنے کا حکم ہے، ان کی پرواہ نہیں کرتے۔

امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے کا غلط طریقہ

بعض لوگ امام صاحب کو رکوع میں دیکھ کر جلدی سے رکعت پانے کے لئے نیت باندھ کر اس طرح شریک ہو جاتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ اطمینان سے کھڑے ہو کر بھی نہیں کہتے ، بلکہ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ساتھ ہی رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ شرعاً غلط ہے اور اس کی وجہ سے پوری نماز ضائع ہونے کا خطرہ ہے، کیونکہ تکبیرِ تحریمہ کے معتبر ہونے کے لئے قیام ضروری ہے، تکبیرِ تحریمہ دراصل نماز شروع کرنے کے لئے ہے نہ کہ رکوع میں جانے کے لئے اور جب یہ تکبیر رکوع میں جاتے ہوئے کہی تو قیام نہیں پایا گیا لہٰذا تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہی جائے پھر رکوع میں جایا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ رکعت حاصل کرنے کی خاطر پوری نماز ہی سے ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔ اس سلسلہ میں ائمہ حضرات کو بھی چاہئے کہ وہ رکوع سے اٹھنے کے ساتھ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہیں بعض ائمہ حضرات رکوع سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعد میں تکبیر کہتے ہیں یا پہلے تکبیر کہہ دیتے ہیں اور بعد میں کھڑے ہوتے ہیں اس کی وجہ سے ایسے وقت نماز میں شامل ہونے والے نمازیوں کو خلل ہوتا ہے اور یہ متعین نہیں ہو پاتا کہ رکوع میں شامل ہونے کی وجہ سے رکعت ملی ہے یا نہیں ملی

صفیں سیدھی کرنے کا صحیح طریقہ

نماز میں صفوں کا سیدھا اور درست کرنا واجب عمل ہے اس میں عام طور پر لوگ کوتاہی کرتے ہیں اور صفوں کو صحیح طرح سیدھا نہیں کرتے اور درمیان میں بھی غیر ضروری فاصلہ چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض لوگ صفیں سیدھی کرنے کے لئے اپنے پیروں کے اگلے والے حصے کو معیار بناتے ہیں اور کھڑے ہونے کی حالت میں آگے پنجوں کی طرف سے ایک دوسرے کو دیکھ کر صف سیدھی کرتے ہیں اور ایڑیوں کی طرف سے آگے پیچھے ہونے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ صفیں سیدھی کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیچھے کی طرف سے ایڑیاں دائیں بائیں والوں کی ایڑیوں کی سیدھ میں ہوں۔ کیونکہ اصل بنیاد ایڑیوں کے سریں ہیں نہ کہ اگلے حصے یعنی انگلیوں کے سرے۔ پیروں کا بڑا چھوٹا ہونا ایک واضح چیز ہے اور بڑا چھوٹا ہونا پنجوں کی طرف سے کہلاتا ہے نہ کہ پیچھے ایڑیوں کی طرف سے لہٰذا اصل معیار پیچھے سے ایڑیوں کا برابر ہونا ہی ٹھہرا۔

غلط جگہ یا تنگ وقت میں سنت ونفل کی نیت باندھنا

بعض لوگ مساجد میں جلد بازی میں نماز کھڑی ہونے سے پہلے یا بعد میں جہاں چاہتے ہیں نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، جس سے بعض اوقات آنے جانے اور گزرنے والوں کا راستہ بند ہو جاتا ہے بعض اوقات اسی دوران نماز کھڑی ہونے لگتی ہے تو لوگوں کو اگلی صفوں کو مکمل کرنے میں دشواری پیش آتی ہے اور بعض اوقات نماز سے فارغ ہو کر بہت سے لوگوں کو واپس جانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ جماعت کھڑی ہونے سے کچھ پہلے جہاں ذرا سا وقت پاتے ہیں سنت، نفل وغیرہ شروع کر دیتے ہیں اور اکثر اسی دوران نماز کھڑی ہو جاتی ہے اور صف بندی میں ان صاحب کی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے اور خود بھی یہ صاحب پہلے سے مسجد میں پہنچ کر تکبیر اولیٰ کے کامل ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ جہالت کی کوئی تو انتہاء ہونی چاہئے، یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگر کسی نے نماز کی نیت ایسی جگہ باندھ لی ہے کہ نماز کھڑی ہونے کی صورت میں اگلی صف پوری کرنے کے لئے اس کے سامنے سے گزرنا پڑے تو صف پوری کرنے کے لئے گزرنا جائز ہے اس صورت میں سارا گناہ خود غلط جگہ یا غلط وقت پر نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہونے والے شخص پر لوٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جہالت سے محفوظ رکھیں۔

نمازی کے سامنے سے دائیں بائیں ہٹنا

نمازی کے سامنے سے بلا عذر گزرنا بہت سخت گناہ ہے، لیکن یہ گناہ اس وقت ہے جبکہ سامنے سے گزرا جائے جس کا مطلب ہے ''نمازی کے دائیں طرف سے بائیں طرف یا بائیں طرف سے دائیں طرف کو جانا'' لہٰذا اگر کوئی پہلے سے نمازی کے سامنے موجود ہو اور وہ دائیں یا بائیں کو چلا جائے تو یہ نمازی کے سامنے سے گزرنا نہیں کہلائے گا اور جائز ہوگا۔ یہ تفصیل اس لئے عرض کی گئی کہ عموماً لوگ نمازی کے سامنے پہلے سے موجود شخص کے دائیں یا بائیں طرف ہٹنے کو بھی نمازی کے سامنے سے گزرنے کے گناہ میں شامل سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ گناہ نہیں۔ بعض اوقات نمازی کے سامنے پہلے سے موجود شخص سلام پھیرنے کے انتظار میں نمازی کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ جبکہ نمازی کے سامنے منہ کر کے کھڑا ہونا منع ہے اور وہاں سے دائیں یا بائیں طرف کو چلے جانا گناہ نہیں۔ یہ لوگ لاعلمی کی وجہ سے گناہ سے بچنے کے بجائے الٹا گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

Idara Ghufran

حیرت کدہ

عبدالسلام

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حیران کن سوالات وجوابات

کسی شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چند عجیب وغریب سوالات کئے اور آپ نے ان کے جوابات دیئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

﴿......سائل کے سوالات......﴾

(۱)......وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ بولتی ہے؟

(۲)......وہ کیا چیز تھی جس میں نہ گوشت تھا نہ خون مگر وہ زندہ سانپوں کی طرح دوڑتی؟

(۳)......وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ سانس لیتی ہے؟

(۴)......وہ دو چیزیں کون سی ہیں کہ جن میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر جب ان سے خطاب کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا؟

(۵)......وہ کون سی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے پہلے سبق سکھانے کے لئے مبعوث فرمایا مگر وہ نہ انسان ہے نہ جن اور نہ فرشتہ؟

(۶)......وہ کون سا جاندار ہے جو مر گیا اور اس کی وجہ سے دوسرا جاندار جو مر چکا تھا جی اٹھا؟

(۷)......حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو دریا میں ڈالنے سے پہلے کتنے دن ان کو دودھ پلایا اور ان کو کس دریا میں ڈالا اور کس دن ڈالا؟

(۸)......حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی لمبائی کتنی تھی آپ کی عمر کتنے برس ہوئی اور آپ کا وصی کون تھا؟

(۹)......وہ کون سا پرندہ ہے جو انڈے نہیں دیتا مگر اس کو حیض آتا ہے؟

﴿......حضرت ابن عباس کے جوابات......﴾

(۱)......وہ جہنم ہے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا ''هَلِ امْتَلَئْتِ'' کیا تیرا پیٹ بھر گیا تو وہ بولے گی ''هَلْ مِنْ مَّزِيْد'' کیا کچھ اور بھی ہے۔

(۲)......وہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہے کہ جب وہ اللہ کے حکم سے اژدہا بنتی تو وہ زندہ سانپوں کی طرح

دوڑتی تھی۔

(۳)......وہ صبح ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّس '، 'قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔

(۴)......وہ زمین وآسمان ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا'' کہ چلے آ ؤ خواہ خوشی سے ہوخواہ زبردستی انہوں نے کہا ہم خودخوشی سے حاضر ہوتے ہیں''۔

(۵)...... یہ وہ کوّا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ کوّا قابیل کو اپنے بھائی ہابیل کی لاش دفن کرنے کا طریقہ سکھلا دے۔

(۶)......وہ بنی اسرائیل کی وہ گائے ہے کہ جس کا ذکر سورہ بقرہ میں آیا ہے جس کو ذبح کردیا گیا تھا اور اس کے گوشت کے لوتھڑے سے وہ مقتول زندہ ہوگیا تھا جس کو بنی اسرائیل کے ایک شخص نے مارڈالا تھا۔

(۷)......تین ماہ دودھ پلایا اور'' دریائے نیل''میں ڈالا اور جمعہ کے دن ڈالا۔

(۸)......قد کی لمبائی ساٹھ ہاتھ عمر نوسو چالیس (۹۴۰) برس ہوئی اور آپ کے وصی حضرت شیث علیہ السلام تھے۔

(۹)......وہ پرندہ چمگادڑ ہے یہ پرندہ انڈوں کے بجائے بچے دیتا ہے اور اسے حیض بھی آتا ہے (ماخذہ حیوۃ الحیوان بتغیر ج ۲ص ۲۴ ۷)

کیارات کوبھی زوال ہوتا ہے؟

بعض عوام میں مشہور ہے کہ جس طرح دن میں زوال ہوتا ہے اسی طرح رات کوٹھیک بارہ بجے بھی زوال ہوا کرتا ہے اور اس وقت بھی کسی قسم کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہوتا۔ یادرکھئے زوال صرف دن کے وقت ہوا کرتا ہے رات کو نہیں ، زوال تو چوبیس گھنٹے میں صرف ایک مرتبہ ہوتا ہے اور جب دن میں زوال ہوگیا پھر رات کو زوال کے کیا معنٰی ؟ پھر زوال کا تعلق سورج کے ساتھ ہے چاند کے ساتھ نہیں اور سورج دن میں نکلا کرتا ہے رات کو سورج کے نکلنے اور زوال ہونے کا کیا مطلب؟ بہر حال یہ سمجھنا غلط ہے کہ رات کو بھی زوال ہوتا ہے اور ٹھیک رات بارہ بجے کوئی نماز پڑھنا منع ہوتا ہے، صحیح یہی ہے کہ رات کو بارہ بجے نماز پڑھنا مکروہ نہیں البتہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ بلاعذر عشاء کی نماز میں اتنی دیر کردینے سے کہ آدھی رات ہوجائے ثواب کم ہوجاتا ہے مگر رہتا اداوقت ہی ہے۔

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

چیچک (smallpox) خسرہ (Measles)

چیچک (small pox) ایک متعدی مرض شمار کیا جاتا ہے، اور گرم ممالک میں عام طور سے یہ مرض وبا کے طور پر پھیلنے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔

ہمارے یہاں اکثر یہ مرض موسم بہار ہندی مہینے (چیت) میں زیادہ ہوتا ہے۔ ماہرین کے مطابق چیچک اور خسرے کے حملہ کا شکار زیادہ تر بچے ہوتے ہیں، اس مرض میں مبتلا کُل مریضوں میں بچوں کا تناسب 90 فی صد سے بھی زیادہ بتلایا جاتا ہے۔

ایک سروے سے پتہ چلا ہے کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی صرف چیچک کے مرض میں ہر سال تقریباً 3 ملین لوگ مبتلا پائے جاتے ہیں۔ چیچک کے مرض کو جلد کی بیماریوں میں شمار کیا جاتا ہے اس بیماری کا سبب (ویریسیلا زوسٹر وائرس) VZV نامی وائرس کو قرار دیا جاتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ چیچک کا وائرس ہوا کے ذریعے ایک مریض سے تندرست انسان تک پہنچنا بھی ظاہری طور پر سبب بنتا ہے، چنانچہ جب چیچک کا مریض کھانستا ہے یا چھینک لیتا ہے تو اسکے منہ سے یہ وائرس چھینٹوں کے ذریعہ ظاہر ہوکر ہوا کے ساتھ ایک صحت مند انسان کے سانس کے ساتھ پھیپھڑوں میں داخل ہوکر وہاں سے خون کے ذریعے جلد تک پہنچ سکتے ہیں۔ جسکی وجہ سے جلد میں خارش شروع ہوجاتی ہے۔ چیچک کے مریض کی جلد پر بھی اگر چہ چیچک کے یہ وائرس موجود ہوتے ہیں، مگر یہ بیماری کے پھیلنے کا سبب نہیں ہوتے کیونکہ انکو چھونے سے بیماری نہیں لگتی۔ ایک صحت مند انسان پر اس وائرس کے حملہ آور ہونے کے 10 یا 20 دن بعد اس مرض کی علامات ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔

خسرہ اور چیچک میں مقدار اور حجم کا فرق ہوتا ہے چیچک کے دانے بڑے ہوتے ہیں اور چیچک کا مادّہ عموماً خون ہوتا ہے اُس کے دانے تقریباً ثابت کالی مسور جیسے ہوتے ہیں، پک جانے کے بعد اُن میں سے پیپ بہتی ہے۔ جبکہ خسرہ کا مادہ زیادہ تر صفرا ہوتا ہے اور اسکے دانوں کی مقدار باجرہ کے دانوں کے برابر ہوتی ہے، اور چونکہ خسرہ کا مادہ صفرا ہوتا ہے اسلئے وہ بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ تجربہ سے یہ بات سامنے

Idara Ghufran

آئی ہے کہ جب دانوں کے اوپر دانے چڑھے ہوئے ہوں، یا بالکل ملے ہوئے ہوں یا دانوں کی رنگت سیاہ ہو، یا پورے سینے اور پیٹ پر زیادہ ہوں، یا دیر میں ظاہر ہوں تو یہ صورتیں نسبتاً زیادہ خطرناک اور تکلیف کا باعث ہوتی ہیں۔

بعض اوقات دانے ایک دم غائب یا کم ہوجاتے ہیں اور اُنکا مواد اعضاء رئیسہ کی طرف گرنے لگتا ہے، تو ایسی حالت میں مریض پر غشی طاری ہوجاتی ہے، اور موت واقع ہونے کا خطرہ بھی لاحق ہوجاتا ہے۔

کبھی دانے پوری طرح ظاہر ہونے کے بعد بھی بخار برقرار رہتا ہے، یہ صورتِ حال بھی خطرہ سے خالی نہیں ہوتی، کیونکہ دانوں کے نکلنے کے بعد بخار چلا جانا چاہئے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ دانے اگر پیٹ اور سینہ پر زیادہ نہ ہوں اور خوب ظاہر ہونے کے بعد ابھرے ہوئے اور چمکدار دکھائی دیں تو زیادہ خطرے کی بات نہیں ہے۔

علامات: چیچک کی علامات ہر مریض میں مختلف پائی جاتی ہیں۔ مثلاً چیچک کی ابتدا میں آنسوں بہتے ہیں، آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں، ناک میں خارش، سر، بدن اور کمر میں درد کی شکایت، گلے میں خراش، جلد پر سرخ نشان، آواز کا بیٹھ جانا، بچہ کا سوتے میں ڈرتا اور چونکتا ہے، چہرہ سرخ ٹمٹماتا ہوا دکھائی دیتا ہے، بخار کا تناسب عام طور سے 101F سے 105F تک ہوتا ہے۔

اکثر دوسرے دن لرزے سے بخار ہوتا ہے، کنپٹیوں کی رگیں ابھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں، قبض کی شکایت ہوتی ہے، بھوک کم ہوجاتی ہے اور بے چینی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

پہلے ہاتھ پاؤں اور پورے جسم پر دانے نکلتے ہیں، دانے کبھی بہت کم اور کبھی بہت زیادہ ہوتے ہیں، خصوصاً چہرہ پر بہت زیادہ نکلتے ہیں، شروع میں دانوں کی رنگت سرخ پھر دوسرے تیسرے دن سفید ابھار بن جاتے ہیں, اور چھونے سے رائی یا باریک چھروں کی مانند سخت محسوس ہوتے ہیں۔ تقریباً ایک ہفتہ کے بعد پیپ بن جاتی ہے، چہرہ اور آنکھیں سوج جاتی ہیں، مریض کو سانس لینے اور چیز نگلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔

چیچک کا حملہ کبھی کبھی ایام حمل میں بھی ہوجاتا ہے، خصوصاً ابتدائی مہینوں میں یا بچے کی ولادت کے وقت۔ اکثر اس کی وجہ جنین کے خون میں شامل ردّی مادہ اور فضلات وغیرہ ہوتی ہے۔

خسرہ (Measles) میں بھی تقریباً یہی علامات ہوتی ہیں لیکن اس میں چار پانچ دن کے بعد سرخ چھوٹے چھوٹے دانے خشخاش کے دانوں کی مانند ہوجاتے ہیں۔ یہ پہلے پیشانی اور چہرہ پر پھر سارے جسم

Idara Ghufran

پر نکلتے ہیں، اکثر مریضوں کو تیز زکام بھی ہوتا ہے۔تقریباًایک ہفتہ بعد مرجھائے ہوئے دانوں کے اوپر سے گیہوں کی بھوسی کی طرح باریک باریک کھرنڈ جھڑ جاتے ہیں، اور جسم پر بہت خارش ہوتی ہے۔

علاج: بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اس مرض میں علاج نہیں کرانا چاہئے ورنہ بیماری کوئی نشانی چھوڑ جاتی ہے، یہ بے بنیاد سوچ ہے بلکہ اچھے مستند معالج سے علاج کرانا چاہئے اور اس بیماری کیلئے حفظ ماتقدم کے طور پر ٹیکہ (vaccin) ویکسین لگوانی چاہئے، ماہرین کا کہنا ہے کہ 70 فیصد سے 90 فیصد تک ویکسین کامیاب ہوتی ہے۔اور ویکسین کے لگوانے کے بعد بھی اگر بیماری کا حملہ ہو جائے تو یہ بہت ہلکا ہوتا ہے، اور مریض کے جلد ٹھیک ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔

طب یونانی میں بھی اس مرض کا علاج موجود ہے، سچے موتی اور خمیرہ مروارید بھی اس مرض میں بہت مفید اور مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔

پرہیز: انڈے، بڑا گوشت، دودھ، مچھلی، گرم مصالحہ، سرخ مرچ، کھٹائی اور چاول سے پرہیز کریں۔

غذا: چیچک نکلنے کے زمانہ میں بطور غذا منقیٰ یا انجیر کے چند دانے بچہ اگر کھاتا پیتا ہو تو کھلائیں۔یا ارہر کی دال کا پانی، مسور کی دال چپاتی سے یا تنہا جس طرح مریض پسند کرے کھلائیں۔آرام ہونے کے بعد ٹھنڈی ترکاریاں مثلاً قلفہ (خرفہ)، لوکی، ترئی، ٹنڈے، پالک وغیرہ، بکری کے گوشت کے ساتھ چپاتی یا مونگ کی کھچڑی کھلائیں۔ واللہ اعلم

E-mail: faizankhanthanvi@hotmail.com

خطبۂ جمعہ کے پہلے حصہ میں ہاتھ باندھنا اور دوسرے میں کھولنا

بہت سے لوگ جمعہ میں خطیب کے خطبہ دیتے وقت پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھ لیتے ہیں ، اور دوسرے خطبہ میں چھوڑ دیتے ہیں، جبکہ یہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس سے ثواب میں کوئی اضافہ ہوتا بلکہ اس میں ثواب کی زیادتی کا عقیدہ رکھنا یا اس کو ضروری سمجھنا گناہ ہے۔بعض لوگ اس طرح بیٹھنے میں کچھ حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں، مگر ان کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ یہ خود ساختہ اور من گھڑت باتیں ہیں۔لہٰذا اس تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں، خطبہ ہونے کی حالت میں ہر طرح بیٹھنا جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے وقت اس طرح بیٹھا جائے جس طرح نماز میں قعدہ کی حالت میں بیٹھا جاتا ہے۔

اخبارِ ادارہ *محمد امجد*

ادارہ کے شب و روز

□......یکم، ۱۵، ۲۲ اور ۲۹ صفر بروز منگل بعد ظہر مدرسین و معلمین اور ارکان عملہ کے لئے مفتی محمد رضوان صاحب کے اصلاحی بیانات ہوئے۔ البتہ ۸ر صفر کو بوجوہ یہ نشست نہ ہوسکی۔

□......۲/۹/۱۶/۲۳ر صفر بروز بدھ بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے اصلاحی بیانات ہوئے اور ان کے احوال کا جائزہ لیا گیا۔

□......۶ر ۱۳ر ۲۰ر ۲۷ر صفر بروز اتوار بعد نماز عصر عمومی اصلاحی نشست منعقد ہوتی رہی۔

□......جمعہ کے دن مسجد امیر معاویہ میں نماز جمعہ سے پہلے مختصر وعظ کے ساتھ ساتھ بعد نماز جمعہ دینی و اصلاحی سوالات و جوابات کی تفصیلی نشست منعقد ہوتی ہے جس میں عام و خاص سب شریک ہوتے ہیں اور مفتی محمد رضوان صاحب سے دینی مسائل میں بالمشافہ سوال جواب کی شکل میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں، ماہ صفر کے جمعوں میں بھی یہ سلسلہ حسب معمول جاری رہا۔

□......۳ر ۱۰ر ۱۷ر صفر کو ادارہ غفران کے طلبہ کرام کی ہفتہ وار اصلاحی و علمی بزم ادب کے جلسے حسب معمول منعقد ہوتے رہے، طلبہ کرام کی تمرینی و تربیتی تلاوت، نظم، بیان کے ساتھ ساتھ ایک استاد کا بیان بھی ان جلسوں میں ہوتا رہا۔ ۱۰ر صفر کی بزم ادب غیر رسمی حسن قرأت کے لئے خاص تھی، جس میں درجاتِ حفظ و کتب کے طلبہ نے بڑھ چڑھ کر ذوق وشوق سے حصہ لیا، شعبہ کتب کے طالب علم محمد ناصر نے ''پاکستان میں تجوید وقرأت کا فروغ'' کے عنوان سے پاکستان میں قرأت کی پچاس سالہ تاریخ پر مشتمل مضمون بیان کیا۔

□......۴ر صفر بعد نماز جمعہ حضرت مدیر صاحب بعض احباب کی دعوت پر بمعہ اہل خانہ کلر سیداں تشریف لے گئے بروز اتوار صبح واپسی ہوئی۔

□......۶ر صفر بروز اتوار بعد مغرب یوم والدین کا ماہانہ جلسہ ہوا اس موقعہ پر سہ ماہی امتحان کے نتائج بھی سنائے گئے، نمایاں کارکردگی حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو انعامات دیئے گئے۔

□......۹ اور ۲۳ر صفر بروز بدھ بعد مغرب راولپنڈی اسلام آباد کے بعض اہل علم کا پندرہ روزہ علمی و فقہی

مذاکرہ ہوا جس میں اہم ،حل طلب علمی وفقہی مسائل شرعیہ پر غور ہوا۔

❏……۱۸ر صفر بروز جمعہ بعد نماز عشاء ادارہ غفران میں ضروریاتِ دین کورس برائے عوام الناس کا افتتاح ہوا ،گزشتہ سال بھی یہ کورس منعقد کیا گیا تھا جس کے بہتر نتائج ظاہر ہوئے تھے اس مرتبہ نصاب میں مناسب ردوبدل اور اضافہ کے ساتھ دوبارہ شروع کیا گیا ہے ۔روزانہ بعد نماز عشاء ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی ہے۔دین کے مختلف شعبوں پر مشتمل ضروری احکام ومسائل کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی درستگی اور بقدر ضرورت تجوید کی تعلیم اس نصاب کے اہم موضوعات ہیں۔

❏……۱۳؍۲۰؍۲۷ر صفر بروز اتوار ترتیب وار مفتی محمد یونس صاحب (رکن ادارہ غفران)مفتی محمد امجد صاحب (رکن ادارہ غفرن)اور مولوی طارق محمود صاحب (ادارہ غفران) کے مدرسہ زینت القرآن پل شاہ نذر راولپنڈی میں خواتین میں اصلاحی بیانات ہوئے۔

❏……۱۳ر صفر بروز اتوار بعد نماز عشاء حضرت مدیر صاحب کا مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن سجان سنگھ بلڈنگ میں سہ ماہی امتحانات کے نتائج کی تقریب میں بیان ہوا ۔اسی دن قاری محمد اشرف صاحب (خلفِ رشید حضرت مولانا سید حامد حسین صاحب رحمہ اللہ) مہتمم جامعہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہندوستان سے ادارہ میں تشریف لائے ۔۱۴ر صفر بعد ظہران کے اعزاز میں ادارہ میں مختصر جلسہ ہوا۔

❏……۱۴ر صفر بروز پیر بعد نماز عشاء جامع مسجد بلال غزالی روڈ صادق آباد راولپنڈی میں حضرت مدیر صاحب نے ایک نکاح کی تقریب میں مسنون نکاح کی اہمیت کے موضوع پر خطاب فرمایا اور بعد میں مسنون طریقہ پر نکاح پڑھایا۔

❏……۱۷ر صفر بروز جمعرات رائے ونڈ مرکز کے بزرگ اور مدرس عالم مولوی احمد بٹلہ صاحب جو کہ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (جامعہ مدنیہ لاہور) کے خالہ زاد بھائی بھی ہیں ادارہ میں تشریف لائے اور دارالافتاء کے حضرات سے ملاقات فرمائی۔

❏……۲۷ر صفر بروز اتوار خواتین کے لئے ماہانہ درس قرآن ہوا ،مولوی طارق محمود صاحب نے درس دیا۔

﴿……قارئین کرام……﴾

اس دینی رسالہ کو خود پڑھ کر دوسروں تک بھی پہنچائیں اور بے ادبی سے بچائیں نیز رسالہ کے سلسلہ میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں اور کاروباری اشتہار دیکر دین ودنیا کے فوائد حاصل کریں

اخبارِ عالم چیدہ۔ چیدہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **24 مارچ:** فلسطین، شیخ احمد یٰسین کی شہادت کے بعد عبدالعزیز رنتیسی حماس کے سپریم لیڈر منتخب ★ وفاقی کابینہ میں توسیع، محمد اعجاز الحق کو وزارت مذہبی امور اور بابر غوری کو وزارتِ مواصلات کا قلمدان سپرد کرنے پر حلف ★ امریکہ نے عراق کی جہادی تنظیم انصار الاسلام کو دہشت گرد قرار دے دیا ✍ **25 مارچ:** وفاقی کابینہ: سکریپ کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی میں 15 فیصد کمی کا فیصلہ ★ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے کمیشن نے بھاری اکثریت کے ساتھ شیخ یٰسین کے قتل کی قراردادِ مذمت منظور کر لی؛ امریکہ کی مخالفت ✍ **26 مارچ:** پاکستان پر امریکی پابندیاں ختم لاکھوں ڈالر کی اقتصادی امداد مل سکے گی ★ 500 مفتیان اور ایک ہزار علماء نے وانا آپریشن کے غیر شرعی ہونے کے فتوے کی توثیق کر دی، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک اور جامعہ اشرفیہ کے علماء بھی شامل ہیں ✍ **27 مارچ:** وانا: 8 مغوی فوجیوں کی نعشیں مل گئیں ★ شیخ یٰسین کا قتل: امریکہ نے اسرائیل کے خلاف قرارداد ویٹو کر دی ✍ **28 مارچ:** ساجد نقوی ضمانت پر رہا، اڈیالہ جیل سے جلوس کے ہمراہ لایا گیا ★ روس نے ایک اور راکٹ خلا میں بھیج دیا ✍ **29 مارچ:** افغانستان میں انتخابات ستمبر تک ملتوی، طالبان کے حملوں میں 27 ہلاک ★ پاکستان میں دمہ کے مریضوں کی تعداد 20 لاکھ تک پہنچ گئی ✍ **یکم اپریل:** تاشقند میں فدائی حملے 19 ہلاک 26 زخمی ✍ **3 اپریل:** افغانستان: امریکیوں کے خفیہ اجلاس پر میزائل حملہ 11 امریکی، 7 اتحادی ہلاک ★ گوانتانا موبے سے مزید 5 افراد کو رہا کر دیا گیا ✍ **4 اپریل:** اسلامی نظریاتی کونسل کی آزادانہ اور خود مختار حیثیت ختم کرنے کا فیصلہ۔ جس کے تحت اسے وفاقی وزارتِ مذہبی امور کے ماتحت ایک ادارہ بنایا جائے گا۔ آئین کے مطابق حکومت کوئی بھی مسودہ قانون اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے نظریاتی کونسل سے مشورہ کی پابند ہے، 6 ماہ سے ادارہ بغیر چیئرمین کے چل رہا ہے ★ وانا میں فوجیوں کی اموات پر فتویٰ دینے والے علمائے کرام کے خلاف اعلیٰ سطحی تحقیقات شروع ✍ **5 اپریل:** کراچی: گلستان جوہر تھانے پر مسلح افراد کا حملہ، سب انسپکٹر سمیت 5 اہل کار جاں بحق ★ عراق: نجف میں مظاہرین پر اتحادیوں کی فائرنگ 20 جان بحق 200 سے زائد زخمی ✍ **7 اپریل:** عراق: امریکیوں کے خلاف بغاوت، گھمسان کی جنگ، 40 عراقی جاں بحق، 8 امریکی فوجیوں سمیت 9 اتحادی ہلاک ★ نصاب سے قرآنی آیات حذف کرنے پر قومی اسمبلی میں مجلس

کا احتجاج ★ حکومت نے جمعۃ المبارک کی چھٹی بحال کرنے کی قرارداد مسترد کر دی ★ پاکستان اور افغانستان میں زلزلے کے شدید جھٹکے، 2 جاں بحق، 34 مکانات متاثر، زلزلے کی شدت 6.8 اور دورانیہ 10 تا 15 منٹ تھا ✍ **8 اپریل**: نیشنل سیکورٹی کونسل کا بل قومی اسمبلی نے منظور کرلیا ★ سپریم کورٹ نے شہباز شریف کو وطن واپس آنے کی اجازت دے دی ★ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے صحابہ کرام کی خیالی تصاویر شائع کر دیں ✍ **10 اپریل**: افغانستان: فاریاب پر دوستم کا قبضہ، بادغیس کی طرف پیش قدمی ★ عراق: الصدر شہر بھی آزاد، عراقیوں نے برطانوی طیارہ مار گرایا، ایک عبوری وزیر مستعفی ✍ **11 اپریل**: عراق: جنگ بندی کی امریکی پیش کش مسترد، 2 ہیلی کاپٹر تباہ، 30 امریکی یرغمال، 12 اتحادی ہلاک ✍ **13 اپریل**: بغاوت کیس، جاوید ہاشمی کو 23 سال قید ★ جڑواں شہروں میں 1 نمبر سمیت 5 روٹوں پر ویگنیں بند، واران چل پڑی، عوام خوار ✍ **14 اپریل**: وردی اتارنے کا فیصلہ سوچ بچار کے بعد کروں گا، پرویز مشرف ★ عراق: فلوجہ میں جنگ 2 ہیلی کاپٹر تباہ، متعدد امریکی ہلاک، 40 یرغمال، 11 شہید ★ راولپنڈی میں مجلس کے مرکزی قائدین قاضی حسین احمد، مولانا سمیع الحق، حافظ حسین احمد، مولانا عبد الجلیل سمیت 16 علماء کے خلاف مقدمات درج ✍ **15 اپریل**: قومی سلامتی کونسل کا بل سینٹ سے منظور ★ 30 اکتوبر تک ملک بھر میں نیا پولیس نظام نافذ کرنے کا فیصلہ ★ عراق: 4 امریکی یرغمالی قتل، ہیلی کاپٹر تباہ ✍ **16 اپریل**: عراق: بغداد میں ایرانی سفارتکار قتل، فوجی ہیڈ کوارٹر پر حملہ، 8 امریکی ہلاک ★ سعودی حکومت کے مفتی اعظم نے امریکہ کے خلاف عراقیوں کی حمایت کا فتوی دے دیا ✍ **17 اپریل**: بینظیر بھٹو سمیت نیب کو مطلوب 219 افراد کی فہرست تیار ★ نصاب تبدیل کر کے ملک کو سیکولر بنایا جا رہا ہے: طلباء اسلامک سٹوڈنٹس موومنٹ پاکستان ✍ **18 اپریل**: حماس کے نئے راہنما عبد العزیز بیٹے سمیت شہید ★ عبدالعزیز رنتیسی کو ایک ماہ قبل حماس کا سربراہ مقرر کیا گیا تھا ✍ **19 اپریل**: یکم مئی تک سپین کا عراق سے فوجیں واپس بلانے کا پروگرام ★ مصر کے اسلامی تربیتی نصاب میں تبدیلیاں کر دی گئیں، حجاب کو شرعی فریضہ سمجھنے کی نفی کی گئی ہے، جہاد پر آمادہ کرنیوالی آیات کو خارج کر دیا گیا ✍ **20 اپریل** صدر نے دستخط کر دیے، قومی سلامتی کونسل آئینی ادارہ بن گئی، پرویز مشرف چیئر مین ہونگے ★ معمر قذافی نے لیبیا میں 34 سالوں سے نافذ ایمر جنسی ختم کر دی ✍ **21 اپریل**: ہندوستان: لوک سبھا کے انتخابات کا پہلا مرحلہ مکمل، واجپائی کی پارٹی نے برتری حاصل کر لی ★ حماس نے ڈاکٹر محمد ظاہر کو نیا قائد منتخب کرلیا ★ افریقہ ملک ہنڈراس نے بھی فوج عراق سے بلانے کا اعلان کر دیا